n-80

ماهنامہ

ہجرت

پاکستان ہمارا دوسرا گھر ہے اس کے دفاع کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے (حکمتیار)

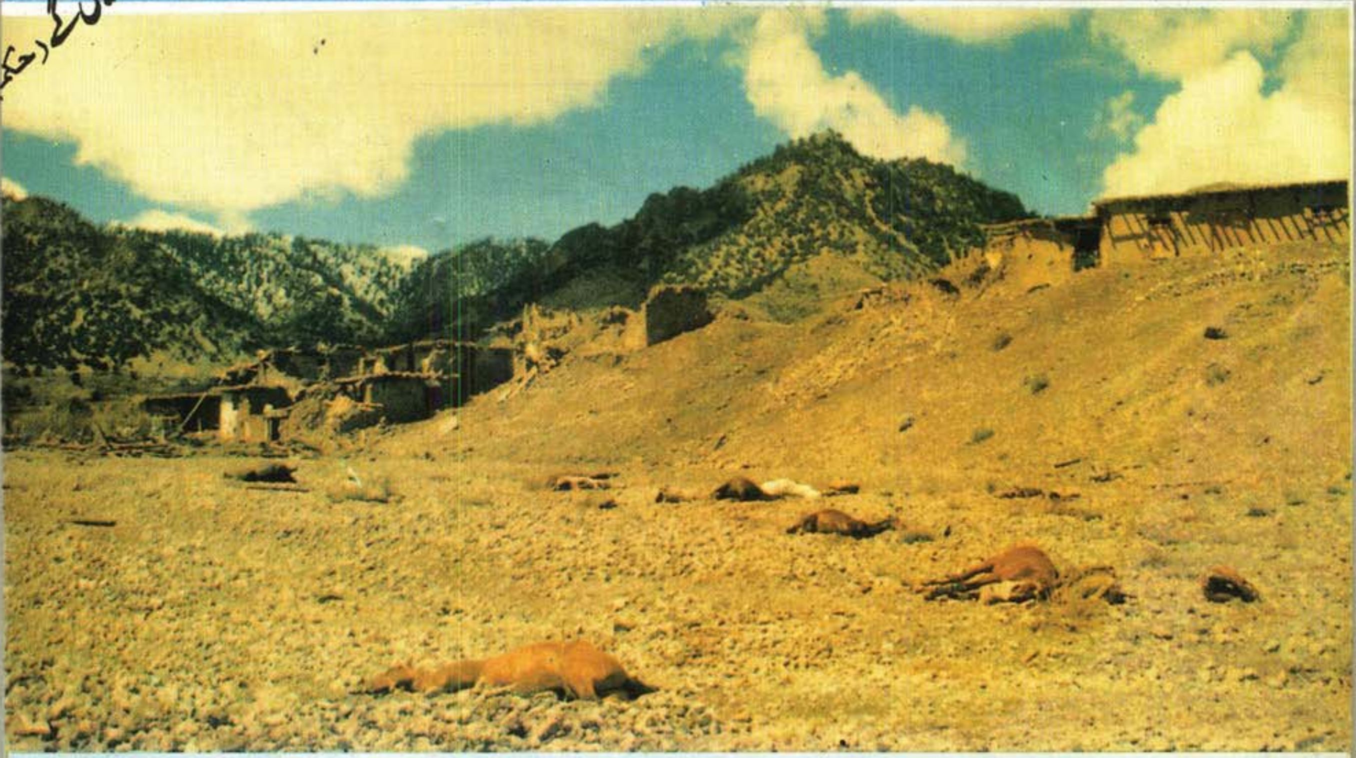

مجاهدین کے نظریاتی اثرات آمو کے اُس پار

افغان مجاہد عوام کی نمائندہ حکومت ہی مسئلہ کا حل ہے

اداریہ

پاکستان ہمارا دوسرا گھر ہے

اس کے دفاع کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائیں گے (حکمتیار)

حزب اسلامی افغانستان کے امیر جناب انجنیئر گلبدین حکمتیار نے شمشتو کیمپ نصرت مینہ کے جامع مسجد میں ہزاروں مہاجرین و مجاہدین کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان نے پاکستان کو جنگ کی دھمکی دی ہے اس نے اپنی افواج پاکستانی سرحد کے قریب لا کھڑی کر دی ہے اور اُنہیں ہمہ وقت چوکس رہنے کا حکم دیا ہے. پاکستان نے بھی اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے اپنی افواج کو چوکس رہنے کا حکم دیا ہے. ہر لحظہ اس بات کا امکان ہے کہ ہندوستان کشمیری مسلمانوں کو دبانے کے لئے پاکستان پر حملہ کرے اور یہ دکھائے کہ اُنہوں نے پاکستان پر اس لئے حملہ کیا ہے کہ وہ کشمیر میں مداخلت کر رہا ہے. حالانکہ کشمیری مسلمان خود اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور وہ آزادی چاہتے ہیں اُنہیں اس کام کے لئے کسی نے نہیں اُکسایا ہے بلکہ جذبہ آزادی اُن کے اپنے دلوں ہی میں جنم لے چکا ہے

پاکستان ہمارا دوسرا گھر ہے. جبکہ ہندوستان ہمارا سخت ترین دشمن ہے. جہاد کی ابتداء سے لے کر آج تک ہندوستان نے ہمارے جہاد کی مخالفت کی ہے اور کٹھ پتلی کابل کمیونسٹ حکومت کی حمایت کی ہے وہ آج بھی اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ اگر نجیب چلا جاتا ہے تو اس کی جگہ ظاہر شاہ کو لایا جائے اگر ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو ہمیں بھی اپنا ایمانی کردار ادا کرنا ہوگا تاکہ احمد شاہ ابدالی اور سلطان محمود غزنوی کی یادیں ایک بار پھر تازہ ہو جائیں

اگر پاکستان پر ہندوستان نے حملہ کیا تو افغانستان کے مجاہد اور بہادر عوام اس جنگ میں پاکستان کے دفاع کے لئے میدانِ جہاد میں ضرور کود پڑیں گے. اور اپنے دوسرے گھر کی حفاظت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائیں گے. ہمیں چاہیئے کہ اس جنگ کے لئے ابھی سے چوکس اور آمادہ رہیں. مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ افغانستان کے تمام مجاہدین اور مہاجرین پاکستان کے دفاع کے لئے ایک مضبوط چٹان کی طرح کھڑے ہو جائیں گے اور دشمن کو ایسی ذلت آمیز شکست سے دوچار کر دیں گے. جیسے روس کو دوچار کیا ہے. انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان کا کبر و غرور خاک میں ملا دیں گے. آخر میں جناب حکمتیار صاحب نے جلسے میں موجود ہزاروں مہاجرین اور مجاہدین سے دریافت کیا کہ کیا وہ اس کے لئے آمادہ ہیں تو سب کے سب حاضرین نے ہاتھ اٹھا کر ہاں میں جواب دیا اور کہا کہ ہم ہندوستان کے ساتھ جنگ کرنے اور پاکستان کے دفاع کے لئے ہمہ وقت تیار و آمادہ ہیں اور کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ومن یہاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ

ماہنامہ

ہجرت

سرپرست

کلچرل کمیٹی حزب اسلامی افغانستان

مدیر مسئول: محمد خلیل مہتمم: عبدالبصیر

جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۷۰ مسلسل ۸۰ مئی جون ۱۹۹۰ ذی قعدہ ۱۴۱۰

اس شمارہ میں

۱۔ کٹھ پتلی نجیب انتظامیہ کا ایک اور ڈرامہ

۲۔ جہاد کشمیر اور عالم اسلام کی ذمہ داریاں

۳۔ عبوری دور کے لئے کٹھ پتلی نجیب حکومت قابل قبول نہیں ہو سکتی

۴۔ مجاہدین کے نظریاتی اثرات آموے اس پار

۵۔ ہندوستانی فوج کا کشمیر میں جرم

۶۔ روس میں قومیتی بحران

۷۔ افغان مجاہد عوام کی نمائندہ حکومت ہی مسئلہ کا حل ہے

۸۔ کٹھ پتلی نجیب انتظامیہ کا خاتمہ ہوئے بغیر مہاجرین واپس نہیں جا سکتے

۹۔ جہاد افغانستان کے سلسلے میں عالم اسلام اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہیئے۔

۱۰۔ شہادت حق

۱۱۔ پسپا سا

۱۲۔ جہاد کشمیر

۱۳۔ وسط ایشیا میں مسلمانوں کی جد وجہد آزادی

۱۴۔ افغان مجاہدین کی شاندار جدوجہد کی بدولت اشتراکی ممالک میں آزادی کی لہر

۱۵۔ مسئلہ افغانستان

۱۶۔ نام نہاد انقلاب کی بارہویں سالگرہ کابل حکومت فوجی پریڈ نہ کر سکی۔

۱۷۔ محاذ جنگ کی خبریں۔

پتہ

دفتر: ماہنامہ ہجرت

ثقافتی کمیٹی حزب اسلامی افغانستان

پوسٹ بکس نمبر ۲۹۴ پشاور۔ پاکستان

P.O. BOX-294

PESHAWAR PAKISTAN

قیمت فی پرچہ ۶/- روپیہ اکاؤنٹ نمبر ۸ - ۱۸۰۹۲ حبیب بینک چوک یادگار پشاور

کٹھ پتلی نجیب انتظامیہ کا ایک اور ڈرامہ

۲۹ مئی کو کٹھ پتلی نجیب انتظامیہ نے نام نہاد لویہ جرگہ کا اجلاس منعقد کیا۔ جرگے سے خطاب کرتے ہوئے کٹھ پتلی صدر ڈاکٹر نجیب نے کہا کہ میری حکومت صلح اور امن کے لئے اپنی کوشش جاری رکھے گی اُنہوں نے مجاہدین سے جنگ بند کرنے کی بھی اپیل کی۔

ڈاکٹر نجیب کا یہ پہلا لویہ جرگہ نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی وہ دوبار لویہ جرگہ بلا چکا ہے اور یہ تاثر دے چکا ہے کہ گویا اُس کی حکومت کو عوامی نمائندوں کی حمایت حاصل ہے۔ لیکن ہر کسی کو معلوم ہے کہ ڈاکٹر نجیب کے بلائے ہوئے دونوں لویہ جرگے ناکامی سے دوچار ہوئے ہیں اور عوام نے ڈاکٹر نجیب اللہ کے اس برائے نام لویہ جرگے کو سختی سے مسترد کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نجیب کا بلایا ہوا ہر لویہ جرگہ دو مہینے کے لئے بھی قائم نہیں ہو سکا ہے۔

اب نجیب نے ایک بار پھر اپنے دیوانہ پن اور فریبی و مکاری کا اظہار کرتے ہوئے تیسری بار بھی لویہ جرگہ بلایا ہے اور یہ کوشش کر رہا ہے کہ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک کر یہ باور کروائیں کہ گویا اُس کی حکومت عوامی اور قومی ہے، لیکن کون نہیں جانتا کہ نجیب کا یہ برائے نام لویہ جرگہ بھی پرانے جرگوں کی طرح صرف ایک ڈھونگ اور ڈرامہ ہی ہے۔ نجیب سے پوچھا جاتا ہے کہ آخر اُس کو یہ حق کس طرح حاصل ہے کہ وہ لویہ جرگہ بُلائے۔ خود نجیب اور اس کی انتظامیہ کو کس نے منتخب کیا ہے؟ کیا وہ اور اس کے ساتھی دو لاکھ اور تیس ہزار روسی افواج کے تعاون سے افغان عوام پر بزور و زبردستی مسلط نہیں کئے گئے ہیں۔ جب ایک حکومت خود غیر منتخب اور غیر نمائندہ ہو۔ اور عوام پر بیرونی افواج کی مدد سے مسلط ہوتی ہو۔ ہتھیار کے زور پر حکمرانی کر رہی ہو کیا اُس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ لویہ جرگہ بُلائے؟ لویہ جرگہ بھی ایسا کہ عوام کے منتخب کردہ افراد اس میں نہ ہوں بلکہ خود حکومت نے اپنی منظورِ نظر ساتھیوں کو اکٹھا کر کے اسے لویہ جرگہ کا نام دیا ہو؟ ہر ذی عقل آدمی جانتا ہے کہ نجیب کے یہ سارے حرکات بچگانہ، احمقانہ اور جاہلانہ ہیں اور اسی طریقہ سے وہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا کے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دے۔

اگر کٹھ پتلی نجیب انتظامیہ مکر و فریب سے کام نہیں لے رہا ہے اور افغانستان میں واقعی امن چاہتا ہے تو پھر اُسے چاہیئے کہ وہ ایک نجاست کو دوسری نجاست سے دھونے کی بے جا کوشش نہ کرے بلکہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے باز آ کر اصل حقیقت کی طرف پلٹ جائے۔ نجیب انتظامیہ خود ہی ناجائز اور ظالمانہ ہے وہ عوام کی مرضی سے نہیں بلکہ بیرونی افواج کی مدد سے مسلط ہوئی ہے۔ ایک

ناجائز حکومت کیسے کر سکتی ہے کہ وہ جائز کام کریں۔ یہ حکومت خود بھی ناجائز ہے اور اُس کا طلب کردہ برائے نام لویہ جرگہ بھی ناجائز ہے، لویہ جرگہ بلانے یا قومی اسمبلی بنانے کا حق تو صرف ایک عوامی منتخب اور جائز حکومت کو ہے نہ کہ کٹھ پتلی نجیب کی طرح غلام حکومت کو۔

نجیب جو اپنے آپ کو بظاہر امن و امان کا حامی ظاہر کر رہا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ میری زندگی امن کے لئے وقف ہے دراصل اس نے خود کو امن و امان کے قیام کے لئے نہیں بلکہ مزید خونریزی اور تباہی و بربادی کے لئے وقف کر دیا ہے۔ آخر نجیب نے کونسے ایسے اقدامات کئے ہیں جو امن و امان کی بحالی کے لئے ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ افغانستان میں جنگ و جدل کا اصل سبب کٹھ پتلی نجیب انتظامیہ کی وجود ہے افغان عوام اُسے اس لئے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ وہ روسی پٹھو ہے اور روسی افواج کی طرف سے افغان عوام پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ اُنہوں نے اپنی قوم ملک دین اور ناموس سے غداری کی ہے۔ پندرہ لاکھ بے گناہ عوام کی قاتل ہے۔ لہٰذا افغان عوام اُس وقت تک جہاد کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ جب تک کہ اس پٹھو اور روسی غلام کو نہ ہٹائے لیکن کٹھ پتلی نجیب انتظامیہ اپنے ناجائز اقتدار سے ہاتھ اُٹھانے کے لئے تیار نہیں وہ جدید ترین تباہ کن روسی ہتھیاروں کے بل بوتے پر افغان عوام پر زبردستی مسلط رہنے پر تلی ہوئی ہے۔ اور افغان عوام سے کہتی ہے کہ آئیں ہمارے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ جنگ بند کریں اور ہمارے مقابلہ سے دست بردار ہو جائے۔ کٹھ پتلی نجیب انتظامیہ کے امن اور صلح کا داویلا صرف اور صرف اس حد تک ہے کہ افغان عوام اُس کی ناجائز حکومت کو قبول کرے۔

دوسری طرف افغان مجاہد عوام کا مطالبہ ہے کہ نجیب حکومت غیر نمائندہ اور غیر منتخب ہے وہ عوام کی مرضی سے نہیں بلکہ اجنبی افواج کے تعاون سے بزور و زبردستی مسلط کی گئی ہے۔ نجیب حکومت نے دین، قوم، ملک اور ناموس سے غداری کی ہے اور پندرہ لاکھ بے گناہ عوام کے خون سے ہولی کھیلی ہے۔ اور کھیل رہی ہے، اگر نجیب افغانستان میں امن و امان قائم کرنا چاہتا ہے تو اُس کے سامنے تین راستے ہیں یا یہ کہ افغان عوام کا مطالبہ قبول کر کے اپنے گناہوں کا اعتراف کرے۔ اور مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال کر عوام سے معافی مانگیں اور یوں اپنی زندگی کو بھی محفوظ رکھیں یا یہ کہ ملک چھوڑ اپنے بادار کے ہاں پناہ حاصل کریں یا یہ کہ مکر و فریب اور برائے نام لویہ جرگہ بلانے کا شوشہ چھوڑ کر مجاہدین کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے آمادگی کریں۔

یہ اس لئے کہ نجیب حکومت کسی بھی صورت میں افغان عوام کے لئے قابل قبول نہیں، اور جب تک یہ ناجائز حکومت ختم نہیں ہو جاتی افغان عوام کے سامنے جہاد کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ اب قارئین کرام خود غور کریں۔ کہ کٹھ پتلی نجیب انتظامیہ نے اپنے آپ کو امن کے لئے وقف کر دیا ہے یا کہ قتل و قتال اور غارت گری کے لئے؟ اگر خود کو امن کے لئے وقف کر دیا ہے اور عوام کا قتل و قتال نہیں چاہتا تو پھر وہ اپنے آپ کو عوام کے سامنے کیوں پیش نہیں کرتا آخر وہ اپنے عوام سے خوف کیوں محسوس کر رہا ہے حالانکہ عوام نے اُسے یہ یقین دلایا ہے کہ اگر وہ اور اس کے ساتھی اپنی گناہوں اور ناکردوں سے توبہ و تائب ہو کر اپنے عوام سے معافی مانگیں تو عوام انہیں معاف کر دیں گے اور اُن کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ لیکن پھر بھی وہ حسب سابق ضد اور ہٹ دھرمی پر تلے ہوئے ہیں اور چند انگشت شمار روسی پٹھوؤں کی حکومت کو افغان عوام پر ہتھیار کے زور پر زبردستی منوانا چاہتا ہے۔

جہادِ کشمیر اور عالمِ اسلام کی ذمہ داریاں

گذشتہ دو تین مہینوں سے کشمیر کے جیالے اور بہادر مجاہد عوام اپنی آزادی حاصل کرنے کی خاطر ہندو غاصبوں کے خلاف ایک مضبوط چٹان بن کر پوری ہم آہنگی اور یک جہتی کے ساتھ میدانِ جہاد میں کود پڑے ہیں اگرچہ کشمیر کے مجاہد عوام مادی وسائل اور فوجی ساز و سامان کے لحاظ سے نہتے اور خالی ہاتھ ہیں۔ لیکن ایمانی دولت اور ولولہ سے مکمل طور پر مالا مال ہیں اُن کا ایمانی ولولہ اور جذبہ ناقابلِ فراموش اور لائق صد آفرین ہے اُنہوں نے ہندو غاصبوں کے خلاف جس جرأت، بہادری، پامردی اور صبر و استقامت سے کام لیا ہے اور جس بے جگری سے میدانِ جہاد میں سرگرمِ عمل ہیں یقیناً وہ اصحاب کرام کی جانثاری اور فداکاری کی یاد تازہ کر لیا ہے، کشمیری مسلمانوں کا یہ جذبہ جہاد دیکھ کر ہر مسلمان کا دل ایمانی غیرت اور حمیت سے موجزن ہوتا ہے اور رگوں میں بیداری کا خون دوڑ پڑتا ہے۔ کشمیری مسلمانوں نے اسلام کی سربلندی اور آزادی حاصل کرنے کی خاطر جہاد کا جو عظیم اور قابلِ تقلید سلسلہ شروع کر دکھایا ہے یہ اُن کا اللہ، رسول، قرآن و حدیث اور اسلام کے مقدس دین کے ساتھ والہانہ محبت اور عقیدت اظہار ہے اور جو بھی قوم اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے جہاد کا راستہ اختیار کرے اور اس مقصد کے حصول کے لئے اپنی جانوں کو اللہ کی راہ میں قربان کر دے تو اس میں شک نہیں کہ وہ قوم کبھی بھی ناکام نہیں ہوگی اور کامیابی اُن کا مقدر بن جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو بھی قوم دینِ مبین اسلام کے ساتھ تعاون کرے اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ نصرت اور تعاون کرے گا اور کافروں کو اُن پر مسلط نہیں کرے گا۔ اس میں شک نہیں کہ کشمیری مسلمانوں نے یہ ثابت کر کے دکھایا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں ہندو غاصبوں کے ہر طرح کی ظلم و ستم کے سامنے سینہ سپر کر کے کھڑے ہیں، موت کی آغوش میں چلا جانا تو قبول کر لیتے ہیں لیکن ہندوؤں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جب صورتِ حال یہ ہے کہ کشمیر کے جیالے عوام دینِ مبین اسلام کی سربلندی اور اپنی آزادی کی حصول کے لئے میدانِ جہاد میں کود پڑے ہیں۔ تو اس سلسلے میں عالمِ اسلام پر فرض ہے کہ وہ اگر میدانِ جہاد میں اُن کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہو کر جہاد نہیں لڑ سکتے، تو کم از کم مالی اور اخلاقی تعاون ضرور کریں، جس کی جتنی بھی قدرت و استطاعت ہو وہ بڑھ چڑھ کر اپنے

کشمیری بھائیوں کے ساتھ دل کھول کر تعاون کریں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کشمیر کے جیالے عوام میدانِ جہاد میں تن تنہا ہندو غاصبوں کے خلاف لڑنے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں وہ اس سلسلے میں کسی سے افرادی قوت کے خواہاں نہیں وہ خود نمٹ سکتے ہیں۔ البتہ مالی اور مادی تعاون کی اشد ضرورت رکھتے ہیں یہ اس لئے کہ انسان کے لئے غذا اور علاج اسی طرح اہمیت رکھتا ہے۔ جس طرح کہ مچھلی کے لئے پانی کی ضرورت ہوتی ہے اس میں شک نہیں کہ اگر عالم اسلام نے مالی میدان میں کشمیری مجاہدین کی ضرورت کسی حد تک پوری کر دیں اور اُن کے زخمیوں اور بیماروں کے لئے علاج معالجے کی سہولتیں فراہم کر دیں تو کشمیر کے جیالے عوام ہندو غاصبوں کو ناک چنے چبوانے پر مجبور کر دیں گے اور جلد ہی اپنا عظیم مقصد حاصل کر کے کشمیر میں اسلام کا جھنڈا لہرا دیں گے جو نہ تنہا کشمیری مسلمانوں کی فتح ہوگی بلکہ اس سے پورے عالم اسلام کا سر فخر سے بلند ہوگا اگر خدا نخواستہ اس نازک صورتِ حال میں بھی عالم اسلام خوابِ خرگوش سے بیدار نہ ہوئے اور کشمیری مسلمانوں کے ساتھ تعاون سے پہلو تہی کر لی تو یقینی طور یہ کہا جا سکتا ہے کہ پھر کسی بھی مسلمان ملک کی خیر نہیں اور یہ بھی کفری طاقتوں کے ہاتھوں غلامی کی زنجیر میں جکڑے جائیں گے یہ اس لئے کہ کفری قوتیں عالم اسلام کو ہڑپ کرنے کے لئے جہاں بھی ہیں متفق اور متحد ہیں اور پوری اتحاد کے ساتھ مسلمانوں کو کچلنے کا فریضہ ادا کرنے میں مصروف ہیں۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس سلسلے میں حالات سے واقفیت حاصل کر کے اپنے بقا کی خاطر ایک دوسرے کا ساتھ دیں اور دشمن کے خلاف مضبوط چٹان بن کر کھڑے ہو جائیں تاکہ دشمن اُن پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہ کر سکے اور مسلمان آزاد زندگی گزارنے کی لذت حاصل کرتے رہیں۔ ورنہ مسلمانوں کا مستقبل تاریک تر ہونے کا اندیشہ ہے والله نہ کرے۔

عبوری دور کے لئے کٹھ پتلی نجیب حکومت قابلِ قبول نہیں ہو سکتی

ان دنوں ایک بار پھر اخبارات میں یہ اطلاعات اور خبریں شائع ہو رہی ہیں کہ روس اور امریکہ نے اس بات پر اتفاق کر لیا ہے کہ افغانستان میں نجیب انتظامیہ کی موجودگی میں بین الاقوامی امن فوج کی زیرِ نگرانی عام انتخابات کا انعقاد کیا جائے۔

روس و امریکہ کا یہ پہلا اتفاق نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی روس و امریکہ اس بات پر اتفاق کر چکے ہیں کہ افغانستان میں مجاہدینِ اسلام کے ہاتھوں ایک خالص اسلامی حکومت قائم نہ ہونے پائے یہی وجہ ہے کہ وہ مسلسل اس کوشش میں ہیں کہ افغانستان میں اپنی مداخلت جاری رکھ کر اسلامی حکومت کے قیام کی راہیں بند کی جائیں۔ روس و امریکہ کے اس باہمی اتفاق کا اصل مقصد یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے نجیب انتظامیہ برقرار رہے اور آئندہ بھی افغانستان میں اپنا ملحدانہ کردار ادا کرتا رہے ورنہ روس بالخصوص امریکہ کی کیا مجبوریت ہے کہ وہ افغانستان میں کٹھ پتلی نجیب انتظامیہ کی پشت پناہی سے دست بردار نہیں ہو رہے ہیں۔ لیکن امریکہ سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا وہ کٹھ پتلی نجیب حکومت کی پشت پناہی اور حمایت کر کے بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی نہیں کر رہا ہے۔ کیا وہ اپنی جمہوری پالیسیوں سے انحراف نہیں کر رہا ہے۔ آخر امریکہ کٹھ پتلی نجیب حکومت کو کن اصولوں کے تحت قبول کرنے کے لئے تیار ہے؟ کیا ایسا کر کے امریکہ افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا ارتکاب نہیں کر رہا ہے؟

واضح بات ہے کہ امریکہ کا یہ طرزِ عمل بین الاقوامی اصولوں کی صریحًا خلاف ورزی ہے، روس و امریکہ کے نقشِ قدم پہ چلتے ہوئے بعض نادان اور ناواقف عناصر بھی یہی اصرار کر رہے ہیں کہ مجاہدین عبوری مدت کے لئے کٹھ پتلی نجیب حکومت کو قبول کریں تاکہ وہاں بین الاقوامی امن فوج کی زیرِ نگرانی انتخابات منعقد کر کے حکومت اصلی نمائندوں کے حوالہ کی جائے۔ ہم یہاں اپنے ان نادان دوستوں سے عرض کرتے ہیں کہ وہ مسئلہ افغانستان کو اسلام کے آئینہ میں دیکھیں نہ کہ لادینیت کے آئینہ میں۔ افغانستان کے عوام مسلمان ہیں۔ اور اُنہوں نے گذشتہ بارہ برسوں سے پندرہ لاکھ جانیں بھی اسلام کی سربلندی اور الٰہی قانون کی حاکمیت کی خاطر قربان کی ہیں۔ لہٰذا وہ مسئلہ افغانستان کو اسلامی اصولوں کے عینِ مطابق ہی حل کرنا چاہتے ہیں نہ کہ غیر اسلامی اصولوں پر۔

کٹھ پتلی نجیب انتظامیہ دینِ مبینِ اسلام، ملک و قوم، ناموس اور حمیت و غیرت کے مجرم ہیں اُنہوں

نے اپنا دین ملک اور قوم روس پر فروخت کر کے ایک ناقابل معافی گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ وہ پندرہ لاکھ بے گناہ عوام کے قاتل ہیں، پہلے روسی افواج کے گود میں بیٹھ کر افغان عوام کا قتل عام کر رہے تھے اور آج روسی ہتھیاروں کے ذخائر پر بیٹھ کر افغانوں کو خون میں نہا رہے ہیں۔ اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ نجیب انتظامیہ روسی افواج کی مداخلت کے نتیجہ میں برسر اقتدار لایا گیا ہے۔ وہ افغان عوام کا نمائندہ نہیں بلکہ روس کا مسلط کردہ ہے، پونے بیس ملین کی آبادی میں سے پانچ فیصد بھی نجیب کی حامی نہیں ہیں اور پچانوے فیصد آبادی نجیب انتظامیہ کی مخالف ہے۔ اگر کسی کے ذہن میں شک وشبہ ہو اور اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو وہ ذرا عقل سے کام لے کر اس اعداد و شمار کی طرف متوجہ ہو جائے۔ یہ تو ایک اٹل حقیقت ہے کہ پاکستان میں تقریباً چالیس لاکھ کے لگ بھگ افغان مہاجرین زندگی گزار رہے ہیں۔ اسی طرح ایران میں بھی ۲۵ لاکھ افغان عوام پناہ گزین ہیں اور کوئی پانچ لاکھ کے لگ بھگ ترکی ہندوستان، امریکہ جرمنی اور دوسرے یورپی ممالک میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ خود افغانستان کے اندر پچانوے فیصد علاقہ آزاد ہے اور وہاں ستر فیصد افغان عوام رہتے ہیں۔ یہ بات ہر کسی کو معلوم ہے کہ افغانستان میں ستر فیصد لوگ شہروں سے باہر آباد ہیں اور تیس فیصد کے لگ بھگ شہروں میں رہتے ہیں ان شہروں میں رہنے والے بھی نجیب حکومت کے شدید مخالف ہیں اور اُن کی تمام ہمدردیاں افغان مجاہدین کے ساتھ ہیں۔

جب صورت حال یہی ہے اور اس سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ افغانستان کے تمام عوام سوائے چند انگشت شمار روسی گماشتوں کے نجیب حکومت کے مخالف ہیں تو پھر یہ مطالبہ کہاں کا انصاف ہے۔ کہ کٹھ پتلی نجیب کو عبوری دور کے لئے افغان عوام اپنا صدر مان لیں۔ حیرانی کی بات ہے کہ ایک طرف تو امریکہ "بہادر" اور روس انسانی حقوق کی باتیں کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف افغانستان میں ایک ایسے شخص کی حکومت قبول کرنے پر زور دے رہے ہیں جو کہ اجنبی افواج کے ذریعہ مسلط کی گئی ہے اور پندرہ لاکھ عوام کے خون سے اُس کے ہاتھ رنگین ہیں، دوسری ملکوں میں تو عوام کی اکثریت کی امنگوں کا خیال کرنے پر زور دیا جا رہا ہے، مگر افغانستان میں پچانوے فیصد اکثریت کو پانچ فیصد اقلیت کے سامنے سر جھکانے پر مجبور کر رہے ہیں۔ اگر یہ جانبداری اور مسلمانوں کے ساتھ نا انصافی نہیں تو اور کیا ہے؟ قاعدہ اور قانون کی رو سے چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ شیطانی طاقتیں نجیب کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیتے اور افغانستان میں ایک ایسی حکومت بنانے پر زور دیتے جو افغان عوام کی اکثریت کی خواہشات کے مطابق ہو۔ لیکن افسوس کہ افغانستان میں اس کے برعکس کاروائی ہو رہی ہے اور اکثریت کو اقلیت کے تابع بنانے کے لئے سازشیں کی جا رہی ہیں

لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ افغانستان کے مسلمان عوام کسی وقت بھی اسلامی اصولوں پر سودا بازی کرنے کے لئے تیار نہیں۔ وہ اپنے مسائل کو اسلام کی روشنی میں حل کرنا جانتے ہیں انہوں نے پندرہ لاکھ جانوں کی قربانی بھی اس لئے دی ہیں کہ وہ اپنے مسائل اسلام کی بنیادوں پر حل کریں۔ افغانستان کے مسلمان عوام امن و صلح کے سب سے زیادہ خواہاں ہیں

امن و صلح پر جتنا زور اسلام نے دیا ہے کسی اور نے نہیں دیا ہے۔

افغانستان کے مسلمان عوام نے اس وقت جو موقف اختیار کیا ہے۔ وہ جائز منطقی اور معقول ہے افغان عوام کے اس منطقی موقف سے اختلاف کرنا بلاجواز اور نامعقول ہے۔ افغان عوام کا روز اول سے یہ موقف رہا ہے کہ انہیں اپنی تقدیر کا فیصلہ خود کرنے کا اختیار دیا جائے اُن کے داخلی امور میں مداخلت بند کردی جائے۔ کٹھ پتلی نجیب انتظامیہ جو افغان عوام کا نمائندہ نہیں اور روسی افواج کی مداخلت کے نتیجہ میں برسر اقتدار لایا گیا ہے حکومت چھوڑ کر افغان مجاہد عوام کے حوالہ کردیں تاکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق ایک منتخب آزاد خود مختار غیر وابستہ اسلامی حکومت بنائیں، کٹھ پتلی نجیب اور اس کے ساتھیوں کو یہ رعایت دی جا سکتی ہے کہ اُن کے لئے عام معافی کا اعلان کیا گیا ہے اگر نجیب اور اُس کے ساتھی حکومت چھوڑ کر اور اپنے پرانے گناہوں اور ناکردوں سے توبہ و تائب ہو کر مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔ تو افغان عوام اُنہیں نہ صرف معاف کردیں گے بلکہ اُن کی زندگی بھی محفوظ بنا دیں گے۔ افغان مجاہدین کے اس لچکدار اور معقول موقف کو رد کرکے یہ کہنا کہ نجیب کی مسلط کردہ حکومت کو تسلیم کیا جائے۔ اور اُسے عبوری دور کا سربراہ مان لیا جائے زیادتی اور بجا وز نہیں تو کیا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ افغان مجاہدین کسی بھی صورت میں اس طرح کی زیادتی قبول کرنے اور ظالم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لئے کسی طور بھی آمادہ نہیں اور اُس وقت تک اسلامی جہاد جاری رکھیں گے۔ جب تک کہ ظلم کی جگہ عدل و انصاف قائم نہ ہو جائے اور افغانستان میں پندرہ لاکھ شہیدوں کے ارمانوں کے عین مطابق ایک خالص اسلامی حکومت قائم نہ ہو جائے اب ہر مسلمان کا اپنا ایمانی فیصلہ ہے کہ وہ حق اور باطل کے درمیان اس جہاد میں کس کا ساتھ دیتے ہیں؟

عبدالصمد صافی
بارہ خیل

مجاھدین کے نظریاتی اثرات

آمو کے اُس پار

سال ۱۹۷۹ء میں جب روس نے ایک چھوٹے اور ہر لحاظ سے کمزور ہمسایہ ملک افغانستان پر راتوں رات حملہ کیا۔ تو تمام آزاد دنیا لرز سی گئی۔ کہ انہیں روس جیسے ملک سے یوں بین الاقوامی قانون پامال کرنے اور امن پسند افغان شہریوں کی ازادی پر ڈاکہ ڈالنے کی توقع نہ تھی تمام آزاد دنیا نے اس ننگی جارحیت کی مذمت کی اور روس کو غاصب اور جارح قرار دیا۔ لیکن مذمت کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی دنیا دوسرے الفاظ میں ہر آزادی پسند انسان کو محض ایک سوال کا جواب تلاش کرنا تھا۔ سوال تو بہت سادہ تھا۔ لیکن جواب دینے میں شدید ترین مشکل پیش آرہی تھی اور آرہی ہے اور سوال یہ ہے کہ روس کو افغان جیسے کمزور اور پر امن ملک پر جارحیت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟

یہ ایک ایسا سوال ہے کہ جس کا جواب دینے میں ماہر سفارتکار سیاسی مبصر اور عالمی شہرت کے مفکروں کے درمیان اختلاف موجود ہے اور کسی کے متعلق بھی حتمی رائے دینے میں شدید مشکل کا سامنا ہے کیونکہ ہر جواب بذات خود اہم اور معقول ہے۔

اس لحاظ سے ضروری ہے کہ بات کو واضح کرنے کے لئے مختصر طور پر اُن جوابات کا ذکر کیا جائے۔ جس نے ابھی تک اپنی کشش اور چمک کھوئی نہیں ہے۔

سب سے پہلا جواب جو دیا جارہا ہے وہ یہ کہ روس بحیرہ عرب تک پہنچنا چاہتا ہے۔ یورپ اور امریکہ کا تقریباً ۶۰ فیصد اور جاپان کا تقریباً سو فیصد تیل اس راستے سے ہو کر گزرتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ راستہ یورپ اور امریکہ کا شہ رگ ہے اور کسی امکانی تصادم کے وقت یہ شہ رگ کاٹ کر پوری مغربی دنیا کو بے جان اور مفلوج کیا جا سکتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ روسی سمندر سارا سالی جہاز رانی کے قابل نہیں رہتے۔ اس لئے وہ گرم پانیوں تک پہنچنا چاہتا ہے تاکہ بوقت ضرورت کسی بھی دشمن بحری قوت کو کاؤنٹر (COUNTER) کر سکے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ روس کے پاس واحد قابل جہاز رانی بندر گاہ "ولاڈی واسٹک" ہے۔ جس پر چین نے ملکیت کا دعویٰ کیا ہوا ہے اور متنازعہ چلا آرہا ہے دوسری بات جو زدِ عام ہے اور جسے بڑے شدومد کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے وہ "چین کا گھیراؤ" ہے (Encircpement of china)

چین روس کا نظریاتی حریف ہے۔ لیکن ایشیا کی چوہراہٹ کے معاملے میں اس کا حریف ضرور ہے اور ۱۹۱۷ء کی کمیونسٹ انقلاب سے لے کر تا این دم چین اور روس میں اس بات پر خاصی تناؤ کی کیفیت موجود ہے روس چین کے ساتھ بلاواسطہ تصادم سے گریز کرتے ہوئے چین کے گرد اپنے دوستوں اور حواریوں کی تعداد بڑھا کر اسے بین الاقوامی دنیا میں ہر لحاظ سے تنہا کرنا چاہتا ہے۔ ویت نام اور ہندوستان جن کی سرحدیں چین سے ملی ہوتی ہیں پہلے ہی روسی بلاک میں شامل تھیں افغانستان کا چونکہ معاملہ مختلف تھا۔ کیونکہ اس کے ساتھ روس کی ایک طویل سرحد موجود ہے۔ اس لئے روس نے یہاں بلاواسطہ مداخلت کر کے واخان کی چھوٹی سی پٹی کو زبردستی قبضہ کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے افغانستان اور چین کا زمینی رابطہ کاٹ دیا اسی طرح چین کو پاکستان سے کاٹنے کے لئے اگلا نشانہ لازماً پاکستان تھا۔ لیکن شکر یہ افغان ملت کا کہ جنہوں نے ۱۵ لاکھ انسانوں کی قربانی دے کر روس کے راستے میں وہ عظیم دیوار کھڑی کر دی۔ کہ روس اپنی تمام تر جبروت کے ساتھ دس سال میں سے

پار کر نہ سکا۔ اور اس دیوار کو ٹکریں مار مار کر اپنا سر پھاڑ کر واپس جا کر اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔

تیسرا اور اہم نکتہ جو ہم سب کے لئے اہم بھی ہے۔ اور باعثِ فکر بھی۔ اور اس لئے باعثِ فکر ہے کہ اس کا تعلق براہ راست دنیا کی ہر اسلامی تحریک سے ہے اور جس مشکل سے افغانستان کی اسلامی تحریک دوچار ہوئی۔ اس قسم کی سازش ہر اسلامی تحریک کے خلاف ہو سکتی ہے۔ خواہ وہ دنیا کے کسی خطے میں بھی پروان چڑھ رہا ہو۔

وہ نکتہ یہ ہے کہ چین کی مسلم اکثریتی صوبے سنکیانگ (مشرقی ترکستان) سے لے کر بحیرہ قزوین تک (Caspian Sea) وسیع و عریض خطے پر پھیلے ہوئے ساڑھے پانچ کروڑ (غیر جانبدارانہ اندازوں کے مطابق مسلمانوں کی تعداد کہیں اس سے زیادہ ہے) مسلمان کابل میں اٹھتی ہوئی اور لمحہ لمحہ توانا ہوتی ہوئی اسلامی تحریک سے اثرات قبول کر رہے تھے۔ احیائے اسلام کے اس سمندر کی یہی لہریں اٹھ اٹھ کر روس کے آہنی پردے سے ٹکرا رہی تھیں۔ جس نے ساڑھے پانچ کروڑ مسلمانوں کو باقی اسلامی دنیا سے کاٹ کے رکھ دیا تھا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ زرعی اور معدنی وسائل کے لحاظ سے روس کا زرخیز ترین خطہ یہی ہے۔ جس پر مسلمان پھیلے ہوئے ہیں

کابل یونیورسٹی میں تحریکِ اسلامی کی اٹھان اور اس کی لمحہ لمحہ مقبولیت نے اہل کریملن کی نیندیں حرام کر دی تھیں انہیں خطرہ تھا کہ اگر یہ پانچ چھ کروڑ مسلمان جسے ہم نے کمیونزم کی مسحور کن چھومنتر سے مدہوش کر کے کسی خطرناک جن کی طرح بوتل میں بند کر کے اوپر سے آہنی پردے (Iron curtain) کا کارک لگا دیا ہے ایک بار جاگ اٹھے۔ تو تمام دنیا کے سامنے ہمارے سحر کا بھرم کھل جائے گا اور یہ ساڑھے پانچ کروڑ مسلمانوں کا پر شہ زور اور منہ زور جن اس آہنی پردے کو چاک کر کے نکل آئے گا اور پھر اس جن کا بوتل میں بند کرنا اتنا ہی مشکل ہوگا۔ جتنا کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ گزارنا۔

اسلامی تحریک کو افغانستان میں کچلنے کے لئے انہوں نے پہلے تو اپنے حواریوں سردار داؤد اور نور محمد ترکی سے کام لینا چاہا لیکن ان کے ہر تشدد کے باوجود تحریک اسلامی توانا ہوتی گئی اور جب اہل کریملن کو یہ یقین ہو گیا۔ کہ کابل یونیورسٹی سے ابھرتی ہوئی اس تحریک کو دبانا کسی کٹھ پتلی کی بس کا روگ نہیں۔ تو سال ۱۹۷۹ء کو براہ راست اپنی دو لاکھ ۲۰ ہزار فوج افغانستان میں داخل کر دی اور اپنے تیئں تحریک اسلامی کو کچلنا (crush) شروع کیا۔

اور مسلسل دس سال تک جبر و استبداد، لوٹ مار اور قتل و غارتگری کرنے کے بعد ذلیل و رسوا ہو کر افغانستان سے نکل گیا۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا روس اپنے مقصد میں کامیاب رہا؟ کیا وہ روسی مسلمانوں کو مجاہدینِ افغانستان کے نظریاتی اثرات سے محفوظ رکھ سکا۔؟

کیونکہ خود روس بھی بار بار افغانستان پر حملے کی یہی جواز پیش کر رہا تھا کہ اس کی سرحدوں کو افغانستان کی اسلامی تحریک سے خطرہ تھا۔ کیا وہ خطرہ اب ٹل چکا ہے؟

اس سوال کا جواب دینے کے لئے ہمیں ذرا پس منظر کی طرف جانا ہوگا تاکہ پیش منظر واضح ہو سکے۔ روس میں کمیونسٹ انقلاب سے پہلے جب زار روس نے اپنی توسیع پسندانہ پالیسی کا آغاز کیا تھا تو اس وقت وسطی ایشیائی کے مسلمانوں نے امام شامل رح کی قیادت میں انتہائی سخت مزاحمت کی تھی۔ اور آزادی کی یہی تحریک آگے چل کر بسماچی تحریک کے نام سے مشہور ہوئی (یاد رکھیئے کہ بسماچی ڈاکو یا لٹیرے کو کہتے ہیں اور یہ نام اس تحریک کو بدنام کرنے کے لئے روسیوں نے دیا تھا) تو اس بسماچی تحریک سے وابستہ اکثر لوگوں نے روسی ظلم و ستم سے تنگ آ کر دریا آمو پار کر کے افغانستان میں آباد ہوئے اس لئے روس کے اندر رہنے والے مسلمانوں کا افغان مسلمانوں کے ساتھ خونی، نسلی اور ثقافتی رشتے موجود ہیں۔ روس کے آہنی پردے نے ان کو جسمانی طور پر ایک دوسرے سے کاٹ تو دیا تھا۔ لیکن روحانی اور نفسیاتی طور پر آمو کے اس پار اور اس پار مسلمانوں کو کاٹ نہ سکے۔ آمو کا چھ سو فٹ چوڑا دریا ان کے جذبوں اور احساسات کے درمیان رکاوٹ نہ بن سکا۔

جب روس نے مقبوضہ وسطی ایشیائی مسلمانوں کو اسلامی اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے افغانستان پر حملہ کیا تو سب سے پہلے روس

نے مسلم ریاستوں کے اُزبک اور تاجک فوجی بھیجے۔ کیونکہ یہی لوگ یہاں کی زبان اور معاشرتی اقدار سے کسی نہ کسی حد تک واقف تھے اور ان کے مقابلے میں خالص روسی افغان معاشرے، اقدار اور زبان سے بالکل نابلد تھے۔ اس لئے یہاں اُن سے کام چلانا آسان تھا اور دوسرا یہ کہ روسیوں کو یہ غلط فہمی تھی کہ تاجک اور اُزبک سپاہی یہاں آکر افغان عوام کو سُرخ جنت کی ایسی ایسی دلآویز کہانیاں سنائیں گے کہ یہ لوگ نفسیاتی طور پر مرعوب ہو جائیں گے۔

لیکن روسیوں کی یہ غلط فہمی اُس وقت دور ہو گئی۔ جب تاجک اور اُزبک سپاہی الٹا افغان مسلمانوں سے مرعوب ہونے لگے۔ افغانستان کے آزاد اور مسلمان تاجکوں اور اُزبکوں سے آزادانہ ملاپ نے ان کے لاشعور میں اس احساس کو جنم دیا کہ آپ تو مسلمان ہیں۔ آپ ایک شاندار اور عظیم ماضی کے مالک ہیں اور یوں وہ آہستہ آہستہ اور خفیہ طور پر قرآن مجید خریدنے اور پڑھنے لگے۔ جس سے احساس مسلمانی شدید سے شدید تر ہونے لگا۔ اور چند ایک (Desertion) فرار کے واقعات ہوئے جس میں روسی مسلم سپاہی بھاگ کر مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو گئے۔ اس بات نے روسی دانشوروں کو سر جوڑنے اور سوچنے پر مجبور کیا۔ اور انہوں نے فیصلہ کر کے بڑی سرعت کے ساتھ ان اُزبک اور تاجک سپاہیوں کو واپس روس بلا لیا۔ جو اسلامی اثرات قبول کر رہے تھے۔ اور یہ تازہ ہوا کا پہلا جھونکا تھا۔ جو آہنی پردے کو پھاڑ کر روس میں داخل ہوا۔ یہی ۹۰ ہزار مسلمان سپاہی اپنے ساتھ ایک نیا احساس، ایک نئی فکر، نئی داستانیں اور نیا شعور لے کر گئے یہی لوگ مجاہدین کے چلتے پھرتے لیکن خاموش پرچارک تھے اور انہی کی شہ پا کر روسی سپاہیوں کی ماؤں نے ماسکو میں افغانستان میں روسی مداخلت کے خلاف جلسہ کیا تھا۔ اور احتجاج ریکارڈ کرا لیا تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب مجاہدین کی نظریں بڑی شدت کے ساتھ روسی مسلمانوں کی طرف اُٹھیں اور مجاہدین نے اُن علاقوں میں نفوذ کے لئے باقاعدہ خفیہ سل (Cells) قائم کر لیں۔ مجاہدین کے نظریاتی اثرات ایک منظم انداز سے دریائے آمو کو پار کرنے لگے اور وہاں کے مسلمانوں کے سینوں میں احساس کی آگ روشن کرنے لگے۔ آمو دریا کی چوڑائی اور آہنی پردے کی سختی محض افسانے ثابت ہونے لگے

روس کو افغانستان کے ساتھ اپنے ایک ہزار پچاس میل سرحد کا بند کرنا مشکل تھا۔ اس لئے روسی ازبک اور تاجک مسلمان بہت آسانی سے آمو دریا کو کراس کر کے افغان مجاہدین سے نظریاتی اور جسمانی تربیت لینے لگے اور جس تحریک کو کچلنے کے لئے روس نے افغانستان پر حملہ کیا تھا۔ اس تحریک کو ساتھ لے کر روس میں داخل ہونے لگے۔

سوویٹ افغان سرحد پر ایک مجاہد نے بتایا۔ جو گزشتہ دس سالوں سے روس کے اندر نظریاتی نفوذ کا نگران و ذمہ دار ہے: "ہر ایک انقلاب اس کی سرحدوں سے باہر نکلتا ہے۔ میں اسلامی انقلاب کو افغانستان سے نکال کر روس میں پہنچاؤں گا۔ یہ افغان مجاہدین خاصکر حزب اسلامی (حکمت یار گروپ) کی ایک طویل المیعاد پالیسی ہے اور اسلامی انقلاب کی یہ نفوذ اور وسطی ایشیائی مسلمانوں کی بیداری ماسکو کے لئے ایک ڈراؤنا خواب بن چکا ہے۔ اس سلسلے میں مجاہدین کو کچھ پریشانیوں کا سامنا ہے۔ لیکن وہ مایوس نہیں ہیں ایک مجاہد نے ان مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

"ہمیں کچھ مشکلات کا سامنا ہے۔ خاصکر یہ کہ درمیان میں ایک دریا موجود ہے۔ جسے کے جی بی کی الرٹ اور چوکس گارڈز سے خفیہ رہ کر پار کرنا بہت مشکل ہے۔ اور دوسرا یہ کہ روسی مسلمان بہت جلدی ہمارے پیغام کو نہیں سمجھ سکیں گے۔ ان کی فہم اور سمجھ کی رفتار بہت سست ہے۔ لیکن انقلاب اس وقت آتا ہے۔ جب نظریات و افکار جڑیں پکڑتی ہیں۔ لیکن ہم روس کے زیر تسلط مسلم علاقے کو دوبارہ اسلامی پرچم تلے لانا چاہتے ہیں۔"

روسی فوج کے افغانستان کے نکلنے کے بعد مجاہدین اپنے نظریاتی نفوذ کے کام کو مزید تیز کر دیا ہے۔ سب سے زیادہ جس چیز کی مانگ ہے وہ قرآن مجید کی مقدس اور انقلابی کتاب ہے۔ باقی اسلامی لٹریچر بھی اندر پہنچایا جا رہا ہے۔

مجاہدین کے صرف ایک گروپ نے ۱۹۸۶ء اور ۱۹۸۸ء کے درمیان ایک ہزار قرآن مجید کے نسخے اور مذہبی کتابیں روس پہنچائی ہیں۔ اور صرف ۱۹۸۹ء میں تین ہزار نسخے سمگل کر کے روس پہنچائی

گئی ہیں۔ مجاہدین کے نظریاتی نفوذ کو روکنے کے لئے روسیوں نے آمو کے کنارے بے تحاشا بارودی سرنگیں بچھائی اور چوکیوں اور سپاہیوں کی گشت میں انتہائی اضافہ کیا ہے۔ لیکن انگریزی زبان کا مشہور مقولہ ہے کہ "An army attack can be resisted, but the attack of ideas cannot be resisted" فوج کے حملے کو روکا جاسکتا ہے لیکن نظریات کے حملے کو روکنا ناممکن ہے۔"

اور اس بات کا کھلم کھلا اعتراف تاجکستان کے لئے کے۔جی۔بی چیف میجر جنرل ولادیمیر پیٹکل (Vladimir petkel) نے روسی خبر رساں ایجنسی تاس کو ایک انٹرویو کے دوران کیا کہ "ہم نے تاجکستان میں ایسے کئی افغان مجاہدین کو گرفتار کیا۔ جو تاجک مسلمانوں میں سے روس کے خلاف ایک زیر زمین تحریک چلانے کے لئے رضاکار بھرتی کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔"

۱۹۸۷ء میں تقریر کرتے ہوئے ولادیمیر نے کہا۔ "غیر سرکاری مسلم علماء نہ صرف روس مخالف جذبات کو ہوا دے رہے ہیں بلکہ مسلمانوں کو ذہنی طور پر موجودہ نظام کے خلاف جہاد کے لئے تیار بھی کر رہے ہیں"

کابل میں روسی سفیر بورس پاستوخوف نے کابل میں اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا۔

"پاکستان وسطی ایشیائی مسلم ریاستوں میں گڑبڑ پھیلانے کے لئے تربیت یافتہ افغان مجاہدین کو استعمال کر رہے ہیں اور انہی افغان مجاہدین کے ذریعے سرمایہ اور اسلحہ سوویت جمہوریتوں کے مسلمانوں کو منتقل کر رہا ہے۔"

(روزنامہ "جنگ" راولپنڈی ۲۱ فروری ۱۹۹۰ء)

روسی لیڈروں نے آذربائیجان میں اپنی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے آذربائیجان کے مسلمانوں پر الزام لگایا کہ "وہ آذربائیجان کی علیحدگی پر زور دیتے ہیں تاکہ اسے روس سے کاٹ کر ایک اسلامی آذربائیجان میں تبدیل کر سکے۔"

(نیوز ویک" شمارہ ۲۹ جنوری ۱۹۹۰ء)

اسلامی بیداری کی یہی لہر اب روسی استعمار کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ اب روسی دانشور اس بات پر غور و فکر کر رہے ہیں کہ اس بیداری کی تحریک کو کس طرح ٹھنڈا کیا جائے۔ یہی پانچ ساڑھے پانچ کروڑ مسلمان اب روس کی سالمیت کے لئے ایک حقیقی اور سنگین خطرے کی شکل اختیار کر چکے ہیں اور اگر مجاہدین کی نفوذ اور نظریاتی اثرات اس طرح آمو کو پار کرتے رہے۔ تو وہ دن دور نہیں جب دنیا کی ایک عظیم طاقت روس ماسکو کی حدود تک سمٹ آئے گا۔

اب روسی دانشور گوربچوف نے پالیسیوں گلاسنوسٹ (آزادی اظہار رائے) اور پری سٹرائیکا (تعمیر نو) کی آڑ لے کر اسلام کے مقابلے میں عیسائیت کو زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیونکہ سوشلزم میں مزید کشش نہیں رہی۔ اب روسی معاشرے میں نظریاتی لحاظ سے ایک خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اور اس خلا کو پُر کرنے کی مکمل صلاحیت صرف اور صرف اسلام میں موجود ہے اور جس کی روشن صبح کی طلوع کا مرکز یہی وسطی ایشیائی مسلم جمہوریتیں ہیں، لیکن نہ تو روس کو اور نہ امریکہ کو یہ گوارا ہو سکتا ہے کہ اسلام دوبارہ وہی عظمت حاصل کرے۔ جو کبھی اس کا حصہ رہا ہے۔ اس لئے باہمی گٹھ جوڑ سے ایک مردہ مذہب عیسائیت میں جان ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ روس میں عیسائیوں نے اپنے مذہب کی ہزار سالہ تقریبات بڑے جوش و خروش سے منائیں۔ ان تقریبات میں گوربچوف کی بیوی رئیسہ گوربچوف بذات خود شریک ہوئیں۔ اور روس میں چھپی ہوئی بائبل کے ایک لاکھ نسخے تقسیم کئے گئے۔ اور پانچ لاکھ نسخے یورپی چرچ نے بھیج کر تقسیم کئے جبکہ دوسری طرف سعودی عرب نے ایک معاہدے کے تحت تقریباً ۱ لاکھ قرآن مجید کے نسخے روسی مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لئے بھیجے تو روسی حکام نے یہ بہانہ کرتے ہوئے تقسیم نہیں ہونے دیئے کہ چونکہ روسی مسلمان روسی زبان سے آشنا ہیں اور ان نسخوں کا روسی ترجمہ ساتھ نہیں ہے۔ اگر ہم اسے تقسیم بھی کریں۔ تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

لیکن حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ روسی مسلمانوں کی بیداری اور احساس مسلمانی کا انحصار ان مواد پر ہے۔ جو افغان مجاہدین سمگل کر کے انہیں پہنچا رہے ہیں۔ اگر ایک صدی گزرتے ہوئے سائنٹفک بنیادوں پر استوار نظام سوشلزم اسلام کا راستہ نہ روک سکا۔ تو دو ہزار سالہ پرانا اور مردہ عیسائیت میں یہ اہلیت بالکل نہیں ہے کہ وہ اسلام کے آفاقی نظام کو کاؤنٹر Counter کر سکے۔

بقیہ صفحہ ۱۶

محمد فیاض آف بٹ خیلہ

ہندوستانی فوج کا کشمیر میں جرم

برطانوی روزنامے "انڈی پینڈنٹ" کے نام برطانیہ کے ہاؤس آف لارڈز (ایوان بالا) کے "پارلیمنٹری ہیومن رائٹس گروپ" کے چیئرمین لارڈ ایوبیری ایک خط لکھا ہے جسے اخبار نے "ہندوستانی فوج کا کشمیر میں جرم" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ یاد رہے کہ لندن میں متعین پاکستانی اور بھارتی ہائی کمیشن کے سربراہوں کی "انڈی پینڈنٹ" میں دو طرفہ بحث کے بعد لارڈ ایوبیری نے بطور چیئرمین "پارلیمانی انسانی حقوق گروپ" ہاؤس آف لارڈز کے اپنی رائے دی ہے۔

اس خط کا متن یہ ہے:

"جناب! کیا میں انڈی پنڈنٹ کی اشاعت ۲۴ اپریل اور ۷ مئی میں ہندوستانی اور پاکستانی ہائی کمشنروں کے درمیان کشمیر کی صورت حال پر بحث میں اضافہ کر سکتا ہوں کہ جیسے ۹ جولائی ۱۹۵۱ء کو مسٹر نہرو نے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی رپورٹ میں کہا تھا کہ "کشمیر کو پاکستان اور ہندوستان کے لئے بطور "انعام" کے غلط طور پر دیکھا گیا ہے، لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ کشمیر قابل فروخت چیز نہیں۔ بلکہ اس کی جداگانہ حیثیت ہے۔ اور کشمیری عوام بھی اپنے مستقبل کے قطعی فیصلے کا حق رکھتے ہیں۔"

یہ اصول اقوام متحدہ کے شہری اور سیاسی حقوق کے کنونشن سے مطابقت رکھتا ہے۔ جس کے تحت تمام اقوام کو حق خودارادیت دیا گیا اور اس حق کی بدولت وہ آزادانہ طور پر اپنی سیاسی حیثیت کا فیصلہ کر سکتے ہیں اور معاشی و ثقافتی ترقی کی راہ اختیار کر سکتے ہیں ہندوستان کے ہائی کمشنر نے کشمیری عوام کی ہندوستانی آقاؤں کے خلاف جدوجہد میں "بنیاد پرستوں" کے کردار کو آئین اور قانون کے منافی قرار دیا ہے۔ جیسے یہ چیز حق خودارادیت کو ختم کر دیتی ہے

لیکن انہیں اس کا احساس نہیں کہ ان کی حکومت نے جگ موہن جیسے سخت گیر (ہارڈ لائنر) کو جموں و کشمیر کا گورنر مقرر کر کے انتہاپسندی کی آگ بھڑکائی اور سنٹرل ریزرو پولیس فورس کو کھلی چھٹی دی جنہوں نے اس سال کے آغاز میں تین الگ الگ مواقع پر غیر مسلح کشمیری عوام کا قتل عام کیا۔ ۲۱ جنوری کو ہفت باغ سری نگر میں ان دستوں کی اندھا دھند فائرنگ سے ساٹھ افراد جاں بحق ہو گئے۔ اگلے روز ۲۲ جنوری کو سری نگر بازار میں سو سے زیادہ افراد بھارتی فوجیوں کے ہاتھوں مارے گئے اور یکم مارچ کو سری نگر کے علاقوں زکورا، تنگ پورہ، بیمہ بائی پاس اور شالیمار میں کشمیری عوام کو بڑی تعداد میں ہلاک کیا گیا۔

نئی دہلی میں بنائی گئی کشمیر کمیٹی نے قتل عام کے ان واقعات میں زندہ بچ جانے والے کئی افراد کے انٹرویو کئے جنہوں نے بتایا کہ ہر دفعہ بلااشتعال قتل عام کیا گیا تھا۔ تنگ پورہ میں یہ صورت حال بنی کہ فوج نے مظاہرین کو منتشر ہونے کا حکم دیا تھا۔ اور وہ گھروں کو واپس جا رہے تھے کہ انہیں بسوں سے اتار کر گولیوں کی باڑ مار دی گئی۔ مظاہرین کے قتل عام کے علاوہ مقبوضہ کشمیر میں ہندوستانی فوجی ان گنت مظالم انفرادی ہلاکت، خواتین کی عصمت دری، بے رحمانہ تشدد اور اندھا دھند گرفتاریوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔

ان حالات میں اس بات پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیئے کہ ہندوستانی حکام نے غیر ملکی صحافیوں کو وادی کشمیر سے نکال دیا ہے اور نہ اس پر حیرانی ہو سکتی ہے کہ کشمیر کے عوام کھلے طور پر ہندوستان کی حکمرانی جاری رہنے کے خلاف ہو چکے ہیں یہ صورتحال برصغیر میں امن کے لئے واضح خطرہ ہے۔ جس پر اقوام متحدہ میں بحث ہونی چاہیئے۔ اگر فریقین (پاکستان، ہندوستان) رضامند

ہو جائیں تو ہندوستانی مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر بیں پاکستان کی سرحد کی جانب اقوام متحدہ کے مبصر تعینات کئے جاسکتے ہیں اس طرح نہ صرف پاکستانی مداخلت کے بارے میں ہندوستان کے الزام کی آزمائش ہو جائے گی بلکہ ہندوستانی فوجیوں کی جیرہ دستیوں سے کشمیر کے باشندے قدرے سکھ کا سانس لے سکیں گے اس کا قطعی حل صرف اسی طرح ممکن ہے کہ سرحد (جنگ بندی لائن) کے دونوں طرف آباد کشمیری عوام کو اپنے مستقبل کے فیصلے کرنے کا حق دیا جائے اور اسی پر عمل کرنے میں بھارت کا فائدہ ہے۔

مسٹر لارڈ ایوبیری کے اس خط کو ایک نظر دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مسئلہ کشمیر کا کس گہری طرح جائزہ لیتے ہوئے اس پر بے لاگ تبصرہ اور کافی حد تک قابل عمل حل پیش کئے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ عالم اسلام کے راہنما مسلمان حکمران حکومتیں اور ادارے بھی اپنے مظلوم کشمیری مسلمان بھائیوں کا دکھ درد اسی طرح سمجھ پاتے اور ان کے حق خود ارادیت کے لئے آواز بلند کرتے۔ اس وقت عالم اسلام میں حکومتوں کی سطح پر صرف سعودی عرب کی حکومت نے کشمیری مسلمانوں کے حق میں معمولی سے آواز بلند کی جب عالم اسلام میں موجود مزاحمتی تحریکوں اور سیاسی پارٹیوں میں افغان مجاہدین خصوصاً حزب اسلامی افغانستان اور اس کے امیر انجنیئر گلبدین حکمت یار اور جماعت اسلامی پاکستان اور اس کے امیر قاضی حسین احمد نے مسئلہ کشمیر پر ٹھوس موقف اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ کشمیریوں کو ہر قسم کی مالی، اخلاقی اور مادی امداد فراہم کی جائے گی۔ اور ہر طرح کا تعاون دیا جائے گا، اس وقت ہزاروں

کی تعداد میں کشمیری مہاجرین آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں میں پہنچ

۔ کہ زخمیوں کی بڑی تعداد پشاور میں ہے۔ جہاں

، سے افغان مجاہدین کے لئے قائم کئے

ارمیں انہیں رکھا گیا ہے۔ ضرورت

کو ہر عالمی فورم

نفرنس

غیر جانبدار ممالک کی تحریک اور سارک کانفرنس میں اسے اٹھائیں اور اقوام عالم کی ہمدردیاں اور تعاون حاصل کرے اور عالم اسلام اس مسئلے کو اپنا مسئلہ سمجھیں۔ فی الحال مظلوم کشمیریوں کی اخلاقی اور مالی امداد کے لئے آگے بڑھیں، مہاجر کیمپوں میں امداد پہنچائیں زخمیوں کے علاج معالجے کے لئے ادویات وغیرہ فراہم کریں اور پانچ ماہ سے کرفیو میں مصائب کی زندگی گزارنے والے کشمیریوں کی پشت پر کھڑے ہو کر ان کی حوصلہ افزائی کا سامان کریں۔

... امن یار

افغان مسلمانوں نے اب روس کے لئے بھڑوں کی شکل اختیار کرلی ہے۔ کہ جس کے چھتے کو چھیڑا تو آسانی سے جا سکتا ہے۔ لیکن پھر چھتے پر دوبارہ بیٹھانا مشکل ہوتا ہے۔ ایسے ہی افغان مجاہدین ہیں کہ جن سے زندہ رہنے کا سبق پولینڈ نے لیا۔ رومانیہ نے لیا۔ اب چیکوسلواکیہ، یوگوسلاویہ، ہنگری اور بلغاریہ میں بھی سوشلزم کے خلاف مظاہرے ہو رہے ہیں۔ خود روس ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے دوچار ہے۔

لٹویا۔ اسٹونیا اور لتھوانیا آزادی کی راہ پر گامزن ہیں۔ مسلم ریاستیں اپنی آزادی کے لئے کوششیں کر رہی ہیں۔ لیکن ان پر ابھی ماسکو کی گرفت بہ نسبت بالٹک ریاستوں کے بہت سخت ہے جس کو ڈھیلا کرنے کے لئے ابھی مزید وقت اور قربانی کی ضرورت ہے سنکیانگ سے لے کر یوگوسلاویہ تک مسلمان جاگ رہے ہیں بیدار ہو رہے ہیں ان کا یہ وسیع و عریض ملک جب آزاد ہوگا۔ اور ایک اسلامی حکومت اس میں قائم ہوگی۔ تو یہ اہل پاکستان کے لئے انتہائی باعث تقویت ہوگی۔ اور یہی وہ بات ہے کہ عظیم روایات، درخشندہ ماضی اور عظیم جنگجویانہ پس منظر رکھنے والی یہ قوم متحد ہوگی اور آزاد ہوگی۔ تو یہ ملت کفر کی واضح شکست ہوگی اس لئے تمام ملت کفر اس خواب کو شرمندہ تعبیر ہونے سے روکنے کے لئے متحد ہے۔ لیکن ہم مایوس نہیں۔ افغان مجاہدین کی مشقتوں اور جانفشانیوں سے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

تحریر: محمود اللہ

روس میں قومیتی بحران

اقوام کو اسی عالم میں اپنے کرتوتوں کے اچھے یا برے ثمرات بھگتنے پڑتے ہیں۔ وہ تاریخ کے کسی خاص حصے میں جو کانٹے دوسروں کے لئے بوتی ہیں تاریخ کے کسی اور دور حصے میں خود ان کے پاؤں انہی کانٹوں سے لہولہان ہو جاتے ہیں۔ آج دنیا کی خشکی کے چھٹے حصے کا مالک سوویت یونین اور اس کے ۳۰ کروڑ عوام جس نسلی اور قومیتی کشمکش میں مبتلا ہیں اس کی بناء کسی اور نے نہیں بلکہ اشتراکیت کے "لافانی دیوتاؤں" لینن اور اسٹالن ہی نے ڈالی تھی۔ مگر شاید انہیں اندازہ نہیں تھا کہ وقت ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا بلکہ وقت بدلنے پر بازی پلٹ جایا کرتی ہے۔

سوویت یونین ۱۰۰ سے زائد قوموں، نسلوں اور قبائل کی سرزمین ہے مگر اشتراکی انقلاب اپنے نظریئے کی بنیاد پر کسی قوم یا نسل کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا۔ لہٰذا جب ۱۹۱۷ء میں کمیونسٹ انقلاب برپا ہوا۔ تو تمام اقوام اور نسلوں کو روسی قوم میں ضم کر دینے اور ماضی سے ان کا رشتہ منقطع کر دینے کے لئے باقاعدہ سائنٹیفک طریقوں پر مہم چلائی گئی۔ پہلے سے موجود ریاستوں کی از سر نو حد بندی کی گئی تاکہ تہذیبی اور نسلی اکائیوں پر ضرب پڑے۔ زبان اور رسم الخط میں جبری تبدیلیاں لائی گئیں جن علاقوں میں غیر روسی اقوام کی اکثریت تھی وہاں روسیوں کو لا کر بسایا گیا اور غیر روسیوں کو اس طرح مختلف علاقوں میں منتشر کر دیا گیا کہ وہ اپنی شناخت بھول جائیں، کئی اقوام کی اجتماعی نسل کشی تک کی گئی اور انہیں سائبیریا کے برفانی علاقوں میں بے دخل کر دیا گیا جہاں سے وہ پھر کبھی نہ لوٹ سکے۔ اس ظلم و زیادتی سے قومی و نسلی شناخت دب تو ضرور گئی مگر مٹ نہ سکی۔ ۱۹۸۵ء میں جب مسٹر میخائل گورباچوف برسر اقتدار آئے اور انہوں نے پریسٹرائیکا اور گلاسنوسٹ کا نعرہ مستانہ بلند کیا تو کھلی فضا میں قومیتوں کے سوئے ہوئے جذبے جاگ اٹھے اور اب ۷۲ سالہ زیادتیوں کا حساب طلب کر رہے ہیں۔ حقوق اور خود مختاری کا شور روز بروز بلند سے بلند تر ہوتا جا رہا ہے۔ روس کی (۱۵) ریپبلکوں میں سے اب تک (۱۰) ریپبلکس مکمل خود مختاری یا سیاسی و معاشی آزادی کا مطالبہ کر چکی ہیں۔ اس کشمکش نے نہ صرف پریسٹرائیکا اور گلاسنوسٹ بلکہ خود سوویت یونین کے مستقبل کے بارے میں بھی شدید اندیشوں کو جنم دیا ہے روس کی

بالٹک ریاستوں میں قوم پرستی کی تحریک سب سے زیادہ انتہاؤں کو چھو رہی ہے یہ ریاستیں اب سے پچاس سال قبل یعنی ۲۳ اگست ۱۹۳۹ء کو روسی وزیر خارجہ مالوٹوف اور جرمن وزیر خارجہ ربن ٹروپ کے درمیان ایک معاہدے کے نتیجے میں روس کا حصہ بنی تھیں۔ اس معاہدے میں بعض ایسی خفیہ شقیں شامل تھیں جس کی رو سے ہٹلر نے اسٹالن کو اجازت دی تھی کہ اس معاہدے کے ایک ہفتے بعد جب وہ دوسری عالمی جنگ کا آغاز کرے گا۔ تو اسٹالن نہ صرف پولینڈ نہ صرف پولینڈ پر مشرقی سمت سے حملہ کر کے اس کا آدھا حصہ اپنے قبضے میں لے لے گا بلکہ ریاستوں کو بھی بالجبر اپنا حصہ بنا لے گا۔ اسٹالن نے ایسا ہی کیا اور ۱۹۴۰ء میں اسٹونیا، لیٹویا اور لتھونیا پر قبضہ کر کے ان سے بالجبر روس میں شمولیت کے لئے معاہدے کرا لئے۔ تب سے یہ جمہوریائیں روس کا حصہ ہیں مگر انہوں نے ہمیشہ خود کو روسی نظام میں اجنبی محسوس کیا ہے لہٰذا جلد از جلد اپنا علیحدہ تشخص بحال کرنا چاہتی ہیں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بالٹک جمہوریائیں سوویت یونین کی دیگر ریپبلکوں کے مقابلے میں زیادہ خوشحال ہیں لہٰذا انہیں شکایت ہے کہ روسی ان کے وسائل کا استحصال کر رہے ہیں۔

اسٹونیا۔ اسٹونیا کی آبادی ۱۶ لاکھ ہے اس میں سے ۶۰ فیصد افراد نسلاً اسٹونین ہیں۔ جن کا نسلی تعلق اور زبان فن لینڈ سے وابستہ ہے۔ بقیہ چالیس فیصد افراد میں مختلف نسلیں شامل ہیں جن میں اکثریت روسیوں کی ہے اسٹونیا کا ایک اجتماعی کاشتکار ۲۷۹ ڈالر ماہانہ کماتا ہے جو روس کی اوسط ماہانہ آمدنی سے ۸۰ فیصد زیادہ ہے یہ علاقہ مسٹر میخائل گورباچوف کی پریسٹرائیکا پر لبیک کہنے والوں میں سرفہرست ہے۔ سب سے زیادہ گلاسنوسٹ کا عملی مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ گزشتہ سال اپریل میں اسٹونیا ٹی وی پر صحافت کی ایک خاتون استاد مارجولا رسٹیم نے اسٹونیا والوں کو اس انداز کا پاپولر فرنٹ بنانے کا خیال پیش کیا جس نے ۱۹۳۰ء میں یورپ میں سماجی اصلاحات کی مہم چلائی تھی۔ روس میں یہ اپنی نوعیت کی ایک مختلف تجویز تھی۔ کیونکہ کمیونسٹ

پارٹی کی موجودگی میں کسی اور تنظیم کو کثیر الجماعتی نظام کی سمت پیش رفت سمجھا جاتا رہا ہے جو ایک باغیانہ فعل ہے مگر نئی آزادانہ فضاء میں صحافت کی ۸۴ سالہ استاد نے یہ جسارت کی اور جب وہ ٹی وی پر اپنا پروگرام ختم کر کے باہر نکلی تو کئی پر جوش افراد نے اسی وقت نئے فرنٹ کا منشور تیار کرنا شروع کر دیا۔ منشور کی تیاری کے تین ہفتے بعد مقامی کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے اس فرنٹ کو منظم کرنے کی اجازت دیدی گئی اس قوم نے دوسری بالٹک جمہوریتوں میں بھی حرارت پیدا کر دی۔

گذشتہ دنوں اسٹونیا کی سپریم سوویت نے جو ریاست کا سب سے بڑا قانونی فورم ہے۔ مقامی آئین میں ترامیم کی منظوری دی۔ ان ترامیم کے مطابق مقامی انتخابات میں ان روسیوں کو ووٹ کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے جو دو سال سے کم عرصے میں اسٹونیا میں مقیم ہیں۔ اس کے نتیجے میں اس سال دسمبر میں ہونے والے عام انتخابات میں ۸۰ ہزار سے ایک لاکھ تک روسی کے حق رائے دہی سے محروم ہو جائیں گے ایک اور قانون کے مطابق ملازمت کے لئے لوگوں کو اسٹونوی زبان سیکھنے کا پابند کیا گیا ہے حالانکہ اسٹونیا کی زبان اور روسی زبان میں کوئی مماثلت موجود نہیں ہے۔ لہٰذا انہیں اس قطعی مختلف زبان کو سیکھنے کے لئے چار سال کی مدت دی گئی ہے۔ روسیوں کو شکایت ہے کہ اسٹونیا میں زبان سیکھنے کے لئے وافر مقدار میں اساتذہ اور کتابیں موجود نہیں ہیں۔ روسیوں کو یہ بھی شکایت ہے کہ اسٹونیا والے ان کے ساتھ ہتک آمیز سلوک کرتے ہیں۔ مثلاً ایک سابق روسی فوجی افسر نے کہا کہ اسٹونیا کے ایک دکاندار نے اسے ٹی وی فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور ووٹنگ لسٹ تک میں اس کا نام درج نہیں کیا اسٹونیا والوں کو گلہ ہے کہ روسی سیلاب کی طرح ان کی ریاست میں داخل ہو رہے ہیں اور اشیاء صرف سے بھرے اسٹورز خالی کر جاتے ہیں۔ جس سے ہماری ریاست میں اشیاء کی قلت پیدا ہو جاتی ہے انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ اپنی ریاست میں اشیاء کی قیمت کا تعین کرنے کا کرنے کا اختیار انہیں دیا جائے۔ وہ اسٹونیا آنے والوں کے لئے پاسپورٹ کی شرط لگانا چاہتے ہیں اور اسٹونیا کے اسٹورز پر خریداری کے لئے مخصوص کریڈٹ کارڈز جاری کرنا چاہتے ہیں تاکہ غیر متعلقہ افراد یہاں خریداری نہ کر سکیں۔

اس سال مارچ میں ہونے والے "عوامی نائبین کی کانگریس" کے انتخابات میں اسٹونیا میں قوم پرست امیدواروں نے ماسکو کے حمایت یافتہ امیدواروں کو شکست دی۔ مختلف قوم پرست گروہوں نے ایک مہم چلائی جس کا مقصد ان افراد کی رجسٹریشن تھا جو اس وقت اسٹونیا کے باشندے تھے جب اسٹونیا ایک آزاد ملک تھا (یعنی ۱۹۱۸ء سے ۱۹۴۰ء تک اسٹونیا میں رہتے تھے) تاکہ وہ اور انکی اولاد مل کر اپنی قوم کے مستقبل کا فیصلہ کر سکے۔

ایک سروے کے مطابق اسٹونین کی اکثریت مکمل آزادی کی حمایت کرتی ہے۔ اسٹونیا نے ماسکو سے مطالبہ کیا ہے کہ اسٹونیا کی مقامی فورس اور سرحدی گارڈز میں مقامی باشندوں کی تعداد بڑھائی جائے۔ اور بالٹک کو امن زون قرار دیا جائے۔ گذشتہ دنوں روسی سپریم سوویت نے جو ملک کا اعلیٰ ترین ادارہ ہے اسٹونیا کے لیڈروں کی مذمت کی اور کہا کہ اسٹونیا نے روس کے آئین کی خلاف ورزی کی ہے اسٹونیا کے رہنے والے روسیوں نے اسٹونیا کے اقدامات کو متعصبانہ قرار دیا اور ریاست میں موجود ۴۰ ہزار روسی کارکنوں نے ہڑتال کی۔ جب اسٹونیا کے حکام نے انہیں کام پر واپس جانے کا حکم دیا۔ تو کارکنوں نے ماسکو کی حمایت طلب کی۔ میخائل گورباچوف تعطیلات کے باعث ماسکو سے باہر تھے لہٰذا نائب صدر نے اسٹونیا کے اقدامات کو غیر قانونی اور غیر سیاسی قرار دیا تاہم پریزیڈیم نے اس قانون کو یکسر رد کرنے کے بجائے اسٹونیا کی پارلیمنٹ کو واپس بھجوا دیا تاکہ وہ اس پر نظر ثانی کر سکے۔ مگر اسٹونیا کی پارلیمنٹ نے قانون پر نظر ثانی کرنے سے انکار کرتے ہوئے اپنے موقف کا اعادہ کیا ہے۔ اس سے قبل جب اسٹونیا نے اپنے "مقتدر" ہونے کا اعلان کیا تھا تو اس وقت بھی ماسکو نے اسٹونیا کو تنبیہ کرنے پر اکتفا کیا تھا۔ اسٹونیا میں رہنے والے روسیوں نے دھمکی دی ہے کہ اگر قوم پرستانہ اقدامات جاری رہے تو وہ اسٹونیا کو مفلوج کر کے رکھ دیں گے کیونکہ ریلوے لائنوں ائرپورٹ بندرگاہوں اور توانائی کے مراکز روسیوں کے ہاتھ میں ہیں اور وہ ریاست کا کسی بھی وقت پہیہ جام کر سکتے ہیں۔ یہاں رہنے والے روسیوں نے اپنی متحدہ یونین بنائی ہے تاکہ اس صورتحال کا اجتماعی مقابلہ کیا جا سکے۔ حالات اس طرح بگڑتے چلے گئے تو بات خانہ جنگی تک پہنچ سکتی ہے

۲۔ لتھونیا۔ بالٹک ریپبلکوں میں دوسری جمہوریہ لتھونیا ہے۔ جو رقبے اور آبادی کے لحاظ سے تینوں بالٹک ریاستوں میں سب سے بڑی ہے۔ اس کی کل آبادی ۳۷ لاکھ ہے۔ یہاں تقریباً ۸۰ فیصد لتھونین آباد ہیں۔ یہ ریاست ہر لحاظ سے کسی یورپی ملک کا نقشہ پیش کرتی ہے لتھونیا ریاست روس میں شامل ہونے سے قبل کئی بار پولینڈ روس اور جرمنوں سے نبرد آزما ہو چکی ہے۔ جون میں عوامی نائبین کی کانگریس سے اس وقت لتھونیا کے وفد نے بطور احتجاج واک آؤٹ کیا جب گورباچوف نے آئین کی بالادستی کے سوال پر قائم کی گئی کمیٹی کے معاملہ پر مزید مباحثہ کی اجازت دینے سے انکار کیا۔ لتھونیا میں قوم پرستانہ تحریک کو پاپولر فرنٹ منظم کر رہا ہے۔ یہ فرنٹ یہاں اس قدر مقبول ہے کہ کمیونسٹ پارٹی کی مقامی قیادت پر بھی اس کے افراد کا قبضہ ہو چکا ہے۔ لتھونیا کے آئین میں استونیا کی طرز پر ترامیم کرنے کی کوشش کی گئی جس کی مقامی کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے مزاحمت کی گئی تو مشتعل افراد سڑکوں پر نکل آئے۔ فرنٹ نے علامتی ہڑتال کی۔ فروری میں ہنگامے دوبارہ پھوٹ پڑے۔ پاپولر فرنٹ اور چرچ کے نمائندوں نے لتھونیا کی خودمختاری اور اقتدار اعلیٰ کی بحالی کا مطالبہ کیا۔ مارچ کے پارلیمانی انتخابات میں فرنٹ نے ۴۲ میں سے ۳۶ نشستیں جیت لیں۔ مقامی کمیونسٹ پارٹی اور پاپولر فرنٹ کے درمیان تناؤ میں اضافہ ہو رہا ہے جو کسی بھی وقت تصادم کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ دسمبر اور فروری میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

لتھونیا کی پارلیمنٹ نے ایک خصوصی کمیشن قائم کیا تھا جس نے فیصلہ دیا ہے کہ ۱۹۴۰ء میں اسکی ریاست کو روس میں مدغم کرنے کا فیصلہ غیر قانونی تھا۔

۳۔ لیٹویا۔ بالٹک کی تیسری ریاست لیٹویا ہے جس کی آبادی دوسری جنگ عظیم کے دوران ہجرت اور اموات کے باعث گھٹ کر دس لاکھ رہ گئی تھی مگر اب وہ ۲۷ لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ جس میں نصف تعداد لیٹوین کی ہے جو عقیدے کے اعتبار سے پروٹسٹنٹ ہیں ایک تہائی روسی ہیں اسکی بندرگاہ روسی تجارت کے لئے بہت اہم ہے۔ لیٹویا نے تاریخی طور پر کافی نقصانات اٹھائے ہیں لہذا وہ اب قوم پرستانہ محاذ پر زیادہ کھل کر سامنے نہیں آنا چاہتی اور دوسری دو ریاستوں کی بہ نسبت اس کے ماسکو سے اچھے تعلقات ہیں۔ تاہم لیٹویا کے پاپولر فرنٹ کی کونسل نے ریاست کی مکمل سیاسی اور معاشی آزادی کی حمایت کی ہے۔ فرانس میں مقیم بعض جلاوطن تنظیمیں بھی لیٹویا کی اس تحریک کے لئے آواز اٹھا رہی ہیں۔ اس سال دسمبر کے مقامی انتخابات میں یہ جذبات زیادہ واضح طور پر ابھر کر سامنے آ جائیں گے۔ لیٹویا کے قوم پرستوں نے ماسکو کے سخت انتباہ کو مسترد کر دیا ہے۔ قومیتی بحران اب تک قانونی اور پارلیمانی مباحث تک محدود ہے اور نسلی تصادم اور انارکی کی حدود میں داخل نہیں ہوا۔ مگر اس مسئلے کا کوئی پائیدار حل تلاش نہ کیا گیا تو خانہ جنگی اور انارکی ناگزیر ہو جائے گی۔ لیٹویا والے آئندہ سال جنوری سے اپنی متبادل کرنسی کے اجراء پر غور کر رہے ہیں جو کہ مقامی ورکرز کو دی جا سکے گی اور مخصوص اسٹورز پر قابل وصول ہو گی۔ اس کا مقصد روسیوں کی لیٹویا آنے کے سلسلے میں حوصلہ شکنی کرنا ہے۔

گذشتہ دنوں نازی سوویت معاہدے کے پچاس سال پورے ہونے کے موقع پر تینوں ریپبلکوں کے عوام نے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ایک زنجیر بنائی۔ ۴۰ لاکھ ہاتھ جو استونیا سے لے کر لتھونیا تک جڑے ہوئے تھے ۴۰۰ میل رقبے پر پھیلے ہوئے تھے۔ اس موقع پر کھلے عام بالٹک ریاستوں پر روسی قبضے کی مذمت کی گئی اور کھل خودمختاری کا مطالبہ کیا گیا۔ روسی کمیونسٹ پارٹی کی سینٹرل کمیٹی نے اس مظاہرے کو سوویت یونین سے علیحدگی کی کوشش کے مترادف قرار دیا اور سخت اقدامات کی دھمکی دی مگر تمام تر دھمکیوں کے باوجود بالٹک کا بحران شدت اختیار کرتا جا رہا ہے اور اب استونیا، لتھونیا اور لیٹویا میں وہ ترنگے جھنڈے ہر جگہ لہرائے نظر آتے ہیں جو آزادی سلب ہونے سے قبل ان کے تشخص کی علامت تھے۔

۴۔ مالدیویا: سوویت یونین کی ریاست مالدیویا کی سرحدیں مشرقی یورپ کے ملک رومانیہ سے متصل ہیں۔ اس کی آبادی ۴۳ لاکھ سے زائد ہے۔ آبادی کا تقریباً ۷۳ فیصد مالدیوین اور ۲۷ فیصد اقلیت ہیں جس میں روسی اور یوکرینی شامل ہیں۔ گذشتہ ہفتے ریاست کی پارلیمنٹ نے مالدیوی زبان کو قومی زبان قرار دینے کا فیصلہ کیا اس طرح وہ چوتھی

مملکت بن گئی۔ جس نے روسی زبان کے مقابلے میں اپنی زبان کی برتری طلب کی ہے۔ مالدی زبان رومانیہ کی زبان سے مماثلت رکھتی ہے تاہم مالدیویا کی پارلیمنٹ نے روسیوں اور کرینی باشندوں کے لئے بدستور روسی زبان استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

مالدیویا میں ”روسیو واپس جاؤ“ کے نعرے بھی سنائی دیئے ہیں۔

اس فیصلے کے خلاف رسیوں نے ۱۰۰ سے زائد فیکٹریوں میں ہڑتال کی۔ پرادرلتے مالدیویا کی نسلی اکثریت پر الزام لگایا کہ وہ اقلیت کو دہشت زدہ کر رہی ہے۔ اس ہڑتال کے باعث مالدیویا میں کاروبار زندگی معطل ہو کر رہ گیا۔ اسٹیشنوں پر سامان لے جانے والی ٹرینیں کھڑی رہیں اور سبزیاں گلنے سڑنے سے غذائی اجناس کا بڑا ذخیرہ خراب ہو گیا۔ جواباً سینکڑوں مالدیوں نے دارالحکومت کے بڑے اسکوائر میں جمع ہو کر روسیوں کے خلاف مظاہرہ کیا وہ مالدیویا کا سابق پرچم اٹھائے ہوئے تھے اور نعرے لگا رہے تھے ”روسیو! اپنے وطن واپس جاؤ“

۵۔ جارجیا۔ جارجیا کا دارالحکومت قبلسی بھی گذشتہ دنوں دو قوم پرست قوتوں کے درمیان محاذ آرائی کا مرکز بنا رہا۔ یہ کشمکش جارجین اکثریت اور ابخازیہ کی مسلمان اقلیت کے درمیان روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اس کا آغاز ایک سال قبل اس وقت ہوا تھا جب مغربی جارجیا کے نیم خود مختار علاقے میں رہنے والے ابخازوی مسلمانوں نے اپنی علیحدہ آزاد ریاست کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کے اس مطالبے کی مخالفت میں جارجین نے مخالفانہ مظاہرے کئے تھے جو بعد میں مرکزی اقتدار کے خلاف مظاہروں کی شکل اختیار کر گئے مگر تازہ نسلی کشیدگی کا آغاز اس وقت ہوا جب قبلسی یونیورسٹی کی ایک شاخ ابخازیہ کے مسلمان اکثریتی علاقے میں کھول دی گئی۔ ابخازیوں نے اسے جارجین ثقافت کی علامت قرار دے کر بند کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے یونیورسٹی کو جانے والے راستے بند کر دیئے۔ جب جارجیا کے طلباء نے ان رکاوٹوں کو دبانے کی کوشش کی تو دونوں گروہوں میں تصادم ہو گیا جو تین ہزار مربع میل کے رقبے میں واقع تمام شہروں اور نواحی علاقوں میں پھیل گیا۔ دونوں نسلی گروہوں کے مسلح افراد نے ایک دوسرے کا قتل عام کیا۔ ۱۰۰ افراد ہلاک ہوئے جس میں دو سرکاری اور ایک فوجی افسر بھی شامل ہے ۴ ہزار سے زیادہ ہتھیار ضبط کئے گئے ۴۵۰ افراد شدید زخمی ہو گئے۔ ہنگاموں کا نقطہ عروج اس وقت آیا جب قبلسی میں دس ہزار افراد نے رات بھر احتجاجی ریلی منعقد کی فوج نے اس ریلی کو منتشر کرنے کے لئے زہریلی گیس کا استعمال کیا۔ سوویت یونین میں اپنے ہی شہریوں کے خلاف زہریلی گیس کے استعمال کا یہ انوکھا واقعہ تھا ایک تحقیقاتی میڈیکل بورڈ نے زخمیوں کے معائنے کے بعد زہریلے مادے کی موجودگی کی تصدیق بھی کی۔ تاہم ماسکو کی وزارت داخلہ نے موقف اختیار کیا کہ زیادہ مقدار میں آنسو گیس کے استعمال سے بعض افراد پر منفی اثرات مرتب ہوئے اس واقعہ میں ۹ مظاہرین ہلاک اور ۲۵۰ زخمی ہو گئے۔ تصادم کے بعد مزید فوج تعینات کر دی گئی اور کرفیو نافذ کر دیا گیا مگر اس کے باوجود دونوں گروہ انتقامی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ انہوں نے کئی پولیس اسٹیشنوں پر حملے کئے اور ہتھیار لوٹ پر قبضہ کر لیا ایک تھانے سے ۱۸۰ قیدیوں کو رہا کرا لیا گیا۔ ہنگاموں کے باعث تفریح کے لئے آئے ہوئے تیرہ ہزار سیاحوں کو ہوائی جہازوں اور کشتیوں کے ذریعے جارجیا سے نکالا گیا۔

پانچویں بڑی جمہوریہ ہے جہاں گورباچوف کے دور کے بدترین نسلی فسادات ہوئے ہیں۔ یہ فسادات مقامی ازبک اکثریت اور مسخیتی ترک اقلیت کے درمیان ہوئے جس کا مرکز ازبکستان کے دارالحکومت تاشقند سے ۱۵۰ میل جنوب مشرق میں واقع شہر فرغانہ تھا جس کی آبادی کم و بیش ۲ لاکھ ہے اور اس میں دونوں نسلوں کے لوگ آباد ہیں۔

مسخیتی ترکوں کا جوزف اسٹالن نے ۱۹۴۴ء میں جارجیا سے بیدخل کر دیا تھا اور وہ ازبکستان میں آ کر آباد ہو گئے تھے مگر ازبکوں نے کبھی بھی ان کے وجود کو خوش دلی سے تسلیم نہیں کیا تھا۔ اب گلاسنوسٹ کی کھلی فضا میں ان کی چھپی نفرت عود کر آئی ہے۔ موجودہ نسلی تصادم کے آغاز کی وجہ کیا تھا؟ صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ بعض رپورٹوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مقامی مارکیٹ میں اسٹرابری کی قیمت پر پیدا ہونے والا معمولی تنازعہ نسلی تصادم پر منتج ہوا۔ بعض اطلاعات کے مطابق اس فساد سے ایک ماہ قبل ایک تصادم ہو چکا تھا اور موجودہ فساد جوابی کارروائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ بہرحال وجہ کوئی بھی ہو نوجوان ازبک ۳ جون کی رات شہر فرغانہ میں جمع ہوئے اور لوہے کے سریوں اور پتھروں سے مسخیتی ترکوں پر حملہ کر دیا۔ گھروں میں گھس کر مسخیتیوں کا قتل عام کیا گیا۔ ماسکو سے اس تشدد پر قابو پانے کے لئے ۹ ہزار فوج فرغانہ پہنچائی

گئی۔ اس کے بعد فرغانہ سے ۱۰ میل مغرب میں توقند شہر میں یہ فسادات شروع ہو گئے۔ خودکار ہتھیاروں سے مسلح افراد نے سرکاری عمارتوں اور ریلوے لائنوں پر حملے کئے اور انہیں آگ لگا دی۔ ان ہنگاموں میں ۸۰ سے زیادہ افراد ہلاک اور ایک ہزار زخمی ہو گئے ان میں اکثریت مسخیتی ترکوں کی تھی۔ چار ہزار مکانات۔ آٹھ فیکٹریوں اور ۲ اسکولوں کو بھی نذر آتش کر دیا گیا۔ گیارہ ہزار مسخیتوں کو پناہ گزین کیمپوں میں منتقل کر دیا گیا کیونکہ یا تو ان کے گھر تباہ ہو چکے تھے یا ان کی زندگیوں کو خطرہ تھا۔ مسٹر میخائل گورباچوف کو ان ہنگاموں کی اطلاعات عوامی نائبین کی کانگریس کے اجلاس کے دوران ملیں انہوں نے اس پر افسوس کا اظہار کیا اور تمام نسلی گروہوں سے ایک دوسرے کا احترام کرنے کی درخواست کی

۷/۸۔ اذربائیجان اور آرمینیا آذربائیجان اور آرمینیا کا تنازعات تو موجود علاقائی تنازعات کے سلسلے کی سب سے پہلی کڑی تھا اور اسے دنیا بھر میں کافی شہرت حاصل ہوئی۔ اس تنازعہ کا پس منظر یہ ہے.... کہ عالمی جنگ کے بعد جب ماورائے قفقاز کی تقسیم عمل میں آئی تو اس کو تین حصوں آذربائیجان آرمینیا اور جارجیین تقسیم کیا گیا اسی تقسیم کے نتیجے میں آرمینیا کا ایک علاقہ ناورتو کاراباخ جہاں آرمینیائی نسل کے عیسائی بستے ہیں آذربائیجان کے حصے میں آ گیا کیونکہ اشتراکی انقلاب مذہبی تفریق کو تسلیم نہیں کرتا لہٰذا کسی نے اس وقت اس تقسیم پر احتجاج نہیں کیا۔ آرمینیا تاریخی اعتبار سے ہمیشہ سے عیسائیوں کا مرکز رہا ہے۔ آرمینیا کے باشندوں کو فخر ہے کہ وہ عیسائیت قبول کرنے والی ابتدائی قوم ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ طوفان نوحؑ کے بعد حضرت نوح کی کشتی آرمینیا کے ہی ایک پہاڑ کوہ ارادات پر آ کر رکی تھی حالانکہ اب کوہ ارادات ترکی کا حصہ بن چکا ہے مگر آرمینیا کی عیسائی نسل کو اس پر ناز ہے کہ وہ ہی پہلی قوم ہیں جنہوں نے طوفان نوح کے بعد دنیا پر دوسری زندگی کا آغاز کیا جب زار نے آرمینیا ترکوں سے چھین لیا تو اس وقت بھی کاراباخ کا علاقہ آذربائیجان ہی کے پاس تھا اور جب اسٹالن نے آرمینیا اور آذربائیجان کو علیحدہ علیحدہ ری پبلک قرار دیا تو بھی یہ حصہ آذربائیجان ہی کے پاس رہا کہ کاراباخ کا علاقہ اسے واپس دلوایا جائے جبکہ آذربائیجان میں مسلمانوں کی اکثریت آباد ہے اور وہ کسی بھی قیمت پر اپنے علاقے سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ یہ آذربائیجان کا سب سے زرخیز علاقہ ہے۔ آرمینیا ری پبلک میں سرکاری سرپرستی میں کاراباخ کی واپسی کے لئے مظاہرے ہوئے آذربائیجان نے جوابی طور پر اپنے اس عزم کا اعادہ کیا کہ کوئی طاقت انہیں ان علاقے سے محروم نہیں کر سکتی۔ بات بڑھتے بڑھتے دونوں قوموں کے تصادم تک جا پہنچی جس میں کئی افراد ہلاک و زخمی ہوئے اور حالات کی سنگینی کا اندازہ کرتے ہوئے گورباچوف کو مداخلت کرنی پڑی۔ یہ مسئلہ خاصا پیچیدہ ہے کیونکہ یہ صرف دو نسلوں کا تنازعہ نہیں دو مذاہب کا تنازعہ بھی بن سکتا ہے۔ اگر گورباچوف نے کاراباخ کا علاقہ آرمینیا کو واپس کرنے کی کوشش کی تو روس کے ساڑھے پانچ کروڑ مسلمان اسے مسلمانوں کی مخالفت اور عیسائیت کی حمایت تصور کریں گے جس کے نتیجے میں روس کے لئے نئے مسائل کھڑے ہو جائیں گے۔ اس کے برخلاف فیصلے کی صورت میں روس کو مغرب کی عیسائی آبادی کی ناراضگی مول لینی پڑے گی۔ مسٹر گورباچوف نے مسئلے کے حل کے لئے ایک کمیشن قائم کیا ہے مگر تاحال اس نازک مسئلے سے بچنے ہی میں عافیت سمجھی جا رہی ہے.... اطلاع ہے کہ آذربائیجان کے صدر کو ان کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا ہے۔

۹۔ یوکرین۔ یوکرین سوویت یونین کی آبادی کے لحاظ سے دوسری بڑی جمہوریہ ہے۔ یہ جمہوریہ اپنی زرخیزی خصوصاً گندم کی پیداوار کے لئے بڑی شہرت رکھتی ہے۔ وہاں بھی نسلی بے چینی پائی جاتی ہے فروری میں گورباچوف نے اس علاقے کا دورہ کر کے تنبیہ کی تھی کہ تفرقہ بازی کو مزید برداشت نہیں کیا جائے گا۔ بے چینی کی وجہ کریمیا سے نکالے گئے تاتاریوں کا یہ مطالبہ ہے کہ کریمیا کو تاتاری جمہوریہ قرار دے کر انہیں دوبارہ وہاں آباد کیا جائے۔ قصہ یہ ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران جرمن فوجیں کریمیا میں داخل ہوئیں تو تاتاریوں کی بھاری اکثریت ان کے ساتھ جا ملی۔ جرمن فوجوں کی واپسی کے بعد اسٹالن نے ان تاتاریوں کو غداری کے الزام میں کریمیا سے نکال کر شمالی روس سائبیریا اور وسطی ایشیا جلا وطن کر دیا اور کریمیا کا ریاستی درجہ ختم کر کے اسے یوکرین جمہوریہ کا حصہ بنا دیا گیا۔ اگست ۱۹۸۷ میں ان تاتاریوں نے حق خودارختیاری کی خاطر ماسکو کے ریڈ اسکوائر میں بڑے بڑے مظاہرے کئے۔ صحافیوں کو مظاہرین سے ملنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ مظاہرین میں کچھ کو گرفتار کر لیا گیا اور بعض کو ماسکو سے نکال دیا گیا۔ اس وقت کے

روسی صدر آندرے گرومیکو نے ان کے مطالبے پر غور کے لئے کمیشن قائم کیا تھا مگر تاحال یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکا۔ کریمیا قدرتی مناظر کے لحاظ سے دنیا بھر کے سیاحوں کی توجہ کا مرکز ہے اور یہ سوویت یونین کا امیر ترین علاقہ شمار ہوتا ہے۔

۱۱۔ **قازقستان** : ۱۹۸۶ء میں قازقستان کے دارالحکومت آلما آتا میں اس وقت فساد بھڑک اٹھے جب پارٹی سیکرٹری دین محمد کونایف (جس کی حیثیت گورنر کی ہوتی ہے) ہٹا دیا گیا اور یہ الزام لگایا گیا کہ وہ اپنے دور اقتدار میں قومی جذبات کو ابھارنے کا باعث بنا ہے اسے ہٹا کر ایک روسی کو نیا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ اس فیصلے کے خلاف لوگ سڑکوں پر نکل آئے اور انہوں نے "قازقستان قازقوں کے لئے" کے نعرے لگانا شروع کر دیئے۔ مقامی لوگوں کو شکایت ہے کہ پیداوار وہ کرتے ہیں اور غلہ دوسری ریاستوں میں چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے مویشیوں کو چارہ تک نہیں ملتا۔ دوسری ریاستوں میں غلہ سستا ہوتا ہے رہائش کے لئے سب سے عمدہ مکانات روسیوں کو دیئے جاتے ہیں اور مقامی لوگ تیسرے درجے کے مکانات بھی حاصل نہیں کر پاتے۔ گذشتہ دنوں یہاں دوبارہ ہنگامے پھوٹ پڑے اور کاکیشیا سے آئے ہوئے لوگوں پر قاتلانہ حملے کئے گئے جس میں تین افراد ہلاک اور پچاس زخمی ہو گئے۔

بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر خدا کے جلاوطن کرنے کا عزم مصمم کر لیا اور انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) ابتدا کی۔ کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنے کے لائق اللہ ہے بشرطیکہ ایمان رکھتے ہو۔[۱۳]

تحریر: عبدالمالک مسلم یار

افغانستان میں مجاہد عوام کی نمائندہ حکومت ہی مسئلہ کا حل ہے!

افغانستان پر زیادہ عرصے تک شخصی حکومت کا نظام قائم رہا تھا۔ ایسے طرز حکومت میں حکمران طبقے کی ساری توجہ اپنے تخت کو دوام دینے پر صرف ہوتی ہے اور حکمرانوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ عوام ملکی اور حکومتی معاملات سے لاتعلق اور دور رہیں۔ حکمران جان بوجھ کر ملک اور عوام کو پسماندہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ عوام میں کسی بھی قسم کی بیداری اور شعور پیدا نہ ہو جائے اور عوام حکمرانوں کے تخت اور عیش و عشرت کے لئے خطرے کا باعث بن نہ جائیں

افغانستان ایک اسلامی ملک ہے اور اس کی سرزمین بڑی زرخیز پہاڑ سرسبز، شاداب ہیں پہاڑ قسما قسم قیمتی معدنیات سے مالا مال ہیں۔ افغان مسلمان نہ صرف دین سے کافی محبت رکھتے ہیں بلکہ دنیادی امور میں بھی کافی محنتی، جفاکش اور قابل ہیں ان سب صفات کے باوجود افغانستان موجودہ دنیادی ترقی کے لحاظ سے تیز ترین دور میں دنیا کا پسماندہ ترین ملک رہ گیا اور اتنا پیچھے رہ گیا کہ روس نے اسے ایک تر نوالہ سمجھ کر ہڑپ کرنے کی خاطر افغانستان کے اندرونی معاملات میں اس حد تک دخل اندازی شروع کی کہ اس وقت کے حکمران ظاہر شاہ بھی برائے نام حکمران رہ گیا۔ برائے نام اس لئے کہ ملک کا حکمران ظاہر شاہ تھا لیکن کمیونسٹوں کے افغانستان کی حکومت میں زبردست اثر و رسوخ کی بدولت روس افغانستان میں اپنے مفادات کی تکمیل کرنے کے لئے اپنی مرضی سے منصوبہ بندی کرتا رہا۔ روس نے افغانستان میں جتنے ترقیاتی کام کئے یعنی جو سڑکیں بنائی تھیں جو ہوائی اڈے یا فوجی چھاؤنیاں بنائی تھیں وہ سب کے سب روس اپنے آئندہ کے مفادات کے حصول کے لئے کرتا رہا۔ روس افغان فوج کو تربیت بھی اس خیال اور انداز میں دیتا رہا کہ وہ فوجی وقت آنے پر روس کے مفاد کے لئے کام کرے۔ بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ روس نے افغانستان میں جتنے ترقیاتی کام کئے تھے وہ اس نے افغانستان میں اپنے مقاصد کے حصول میں آسانی کے لئے کئے تھے اور اس امر کا بھی کافی امکان ہو سکتا ہے کہ ظاہر شاہ کے لئے دورہ اٹلی کا اہتمام بھی ان کمیونسٹ عناصر نے کیا ہوگا جنہوں نے ظاہر شاہ سے سردار داؤد کو اقتدار دلوایا تھا۔

اُس وقت افغانستان میں لویہ جرگہ کے نام سے ایک ایسا ادارہ موجود تھا جو صرف نام کی حد تک قومی معاملات طے کرتا تھا کیونکہ عملاً اُس ادارے کے پاس کوئی اختیار نہیں تھا۔ اس جرگے میں چھتیس ۳۶ اراکین کمیونسٹ تھے یہاں تک کہ ایک دفعہ جرگے کے اجلاس کے دوران ایک بدبخت کمیونسٹ رکن نے لینن پر درود بھیجنے کی جسارت بھی کی۔ اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ اس لویہ جرگہ کا کس حد تک افغان مسلمان ملت سے تعلق تھا؟

اس شاہی دور میں افغان عوام کو اتنا حق بھی حاصل نہیں تھا کہ وہ اپنے لئے کسی ہسپتال، سکول یا سڑک بنانے کا کوئی مطالبہ کیا کرتا بلکہ کمیونسٹوں کی اسلام کے خلاف سرگرمیوں کے روک تھام کی اجازت بھی افغان مسلمان عوام کو حاصل نہیں تھی اور دوسری طرف روس اور اس کے کمیونسٹ ایجنٹوں کو افغانستان میں سب کچھ کرنے کی اجازت تھی۔ افغانستان میں حکمران طبقے اور عوام کے مابین اُس بڑے خلیج کے تباہ کن نتائج آج پوری دنیا کے سامنے ہیں۔ افغانستان تباہ برباد ہوا اور افغان مسلمان دربدر ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

اب جب کہ کابل کمیونسٹ انتظامیہ نزع کی حالت میں ہے۔ وزیر

دفاع شاہنواز تنائی اور وزارت دفاع کے دوسرے بہت سے اعلیٰ عہدیدار اور فوجی کمیونسٹ انتظامیہ کے خلاف ہوگئے ہیں اور آئے دن بڑی تعداد میں اہم عہدیدار اور فوجی نجیب کے خلاف ہوتے جارہے ہیں اور ابھی ابھی صوبہ بادغیس کے گورنر سینکڑوں فوجیوں اور بھاری ہتھیاروں سمیت مجاہدین سے آملے ہیں. نجیب نے انتظامیہ میں بڑے پیمانے پر جو تبدیلیاں کیں اور بڑے پیمانے پر جو گرفتاریاں کیں تو ان سب کچھ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اب خود نجیب نے دل سے تسلیم کیا ہے کہ کابل کمیونسٹ انتظامیہ کے دن پورے ہوچکے ہیں اور کسی بھی وقت دھڑام سے گر سکتی ہے تو ایسے حالات میں یہ بے حد ضروری ہوا ہے کہ فوری طور پر مجاہد رہنما ایک ایسی حکومت تشکیل دینے کے لئے انتظامات مکمل کرلیں جو لاکھوں شہیدوں اور لاکھوں مصیبت زدہ افغان مسلم عوام کی خواہشات کے مطابق ہو اور ایسی حکومت تب ممکن ہوسکتا ہے جو اسلامی ہو اور جو افغان مجاہد عوام کی بھرپور شمولیت سے بن جائے ایک ایسی حکومت کی تشکیل کے لئے متناسب نمائندگی کی بنیاد پر انتخابات مؤثر اور بہترین طریقہ ہے.

متناسب نمائندگی کی بنیاد پر عام انتخابات میں رائے دہندگان کو پھر بھی یہ اختیار کلی طور پر حاصل نہیں ہوتا ہے کہ وہ اور صرف اپنی ہی مرضی سے کسی فرد کو مجلس شوریٰ کے لئے منتخب کرے اور یہ خوف ہو کہ وہ فرد صالح متقی اور قابل نہ ہو۔ اس طریقہ انتخاب میں رائے دہندگان کسی جماعت کو ووٹ دیتے ہیں اور پھر اس جماعت کی قیادت حاصل کردہ ووٹوں کی تناسب کے مطابق اپنی جماعت سے اپنے طور پر کوئی فرد مجلس شوریٰ کو بھیج دیتی ہے اس طرح اس طریقہ انتخاب میں کسی رکن کے انتخاب میں جتنی ذمہ داری رائے دہندگان پر عائد ہوتی ہے اس سے زیادہ ذمہ داری انتخاب میں حصہ لینے والی جماعتوں پر عائد ہوتی ہے. کیونکہ رائے دہندگان کسی فرد واحد کو ووٹ نہیں دیتے ہیں بلکہ وہ جماعت کو ووٹ دیتے ہیں. اب یہ حق جماعت کو حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنی جماعت کی طرف سے کسی امتیاز کے بغیر اور صرف اور صرف صالح متقی اور قابل فرد مجلس شوریٰ کو بھیج دے. متناسب نمائندگی کی بنیاد پر منتخب شوریٰ اور نامزد شوریٰ میں ایک بڑا فرق یہ ہوتا ہے کہ منتخب شوریٰ میں جماعتیں عوام کے حاصل کردہ ووٹوں کے مطابق اراکین شوریٰ کو بھیج دیتی ہیں یہ بھی ایک طرح لیکن صرف اپنی جماعت کی حد تک نامزد شوریٰ سے ملتا جلتا نظام ہے. اس میں نہ صرف کلی اختیار عوام کو حاصل ہوتا ہے اور نہ کلی اختیار سیاسی جماعتوں کو حاصل ہوتا ہے بالفاظ دیگر اس طریقہ انتخاب میں سیاسی جماعت اور عوام کو مساوی حق حاصل ہوتا ہے اور اس طرح سیاسی جماعتوں اور عوام دونوں پر یکساں ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں. جب کہ نامزد شوریٰ میں سارے اختیارات صرف اور صرف سیاسی جماعتوں کو حاصل ہوتے ہیں.

متناسب نمائندگی کی بنیاد پر عام انتخابات میں یہ سوال نہیں پیدا ہوتا ہے کہ غیر عالم کے ووٹ سے ایسا کوئی رکن منتخب ہوجائے جو صالح اور متقی نہ ہو. البتہ عام انتخابات کے لئے یہ ایک مؤثر اور اٹل قانون بنانا چاہیئے کہ اس قانون کے تحت انتخابات میں حصہ لینے والی جماعتوں کے لئے سب سے بڑی اور پہلی شرط یہ ہونی چاہیئے کہ جماعت کا منشور اور نظریہ اسلامی ہو. جس سیاسی جماعت کا منشور یا نظریہ اسلام کے اصولوں کے مطابق نہ ہو اس کو انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت نہ ہو۔ اس طرح ایک مؤثر قانون شوریٰ کی رکنیت کے بارے میں بھی ہو بالفرض اگر کسی رکن شوریٰ سے ایسی کوئی حرکت سرزد ہو جائے. جو اسلام کے اصولوں کے اصولوں کے خلاف ہو. تو اس کی رکنیت شوریٰ ختم کردیا جا سکے اور ایسا قانون بھی بنانے چاہیئے کہ اگر کوئی شخص نماز ادا نہ کرے یا کسی شرعی عذر کے بغیر روزہ نہ رکھے یا اور کوئی خلاف شرع حرکت کرے تو اس کو اس جرم کی پوری پوری سزا ملنی چاہیئے. متناسب نمائندگی کے طریقہ انتخاب اور مندرجہ بالا قوانین پر عمل کرنے سے اس امر کا امکان ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کہ شوریٰ کے لئے ایسا کوئی فرد منتخب ہوجائے جو صالح. متقی یا محب وطن نہ ہو بلکہ ایسے قوانین سے معاشرے کا کوئی بھی فرد کوئی خلاف شرع کام نہیں کرسکے گا.

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ افغان مجاہد عوام کس

حد تک صحیح طور پر ووٹ کا استعمال کریں گے اور ان کو کس حد تک سیاسی شعور حاصل ہے ؟ تو اُن کے اپنے دین کی حفاظت اور اپنے ملک کی آزادی کی خاطر بارہ سالہ جرأت مندانہ، سرفروشانہ اور کامیاب جدوجہد اور ان کی اس سلسلے میں بے پناہ قربانیوں اور اس راہ میں بے پناہ مشکلات اور مصائب برداشت کرنے کو دیکھ کر اس سوال پر بحث کرنے کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی ہے یہ افغان مجاہد عوام ہی ہیں جنہوں نے دنیا کی سب سے بڑی اور وحشی فوج کو جو ہر قسم کے بھاری اور مہلک ہتھیاروں سے مسلح تھی ایسی زبردست عبرتناک اور شرمناک شکست دی جو یا تو افغانستان پر قبضہ کرنے کے بعد گرم پانی اور پھر ساری دنیا پر قبضہ کرنے کے لئے راہ ہموار کرنے کے ارادے سے نکلی تھی اور اب اس فوج کا یہ حال ہے کہ پہلے سے قابض ممالک اور خطوں سے بھی واپسی پر مجبور ہوئی۔ یہاں تک کہ روس کے صدر کے فوجی مشیر نے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے صاف الفاظ میں یہ اعتراف کیا ہے کہ جنگ افغانستان سے روس کے نئے یعنی نوجوان سپاہی اتنے متاثر ہوئے ہیں کہ وہ اب کبھی بھی اپنی پہلی حالت پر نہیں آئیں گے بحیثیت کہ وہ بحیثیت گزندہ اب کبھی بھی اپنی پہلی حالت پر نہیں آسکتے ہیں۔

افغان مجاہد عوام کے سیاسی تدبر اور شعور کا اندازہ معاہدہ جنیوا پر ان کے موقف سے اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے معاہدہ جنیوا کی دستاویزات ایک طویل عرصے میں تیار ہوگئی تھیں اس معاہدے کی تیاری میں دنیا کے کئی ممالک کے بڑے بڑے ماہرین نے حصہ لیا تھا۔ اقوام متحدہ کے علاوہ اس معاہدے میں شریک ممالک نے اپنے دوسرے دوست ممالک سے بھی اس سلسلے میں تبادلہ خیال اور کافی صلاح مشورے کئے تھے۔ ساری دنیا کی نظروں میں معاہدہ جنیوا ایک ایسا موثر اور قابل عمل معاہدہ تھا جو حقیقی معنوں میں مسئلہ افغانستان کا حل پیش کرسکتا تھا۔ لیکن افغان مجاہد عوام نے اسے اپنے دینی اور ملی تقاضوں کے منافی سمجھا اور انہوں نے دو ٹوک الفاظ میں یہ کہہ کر کہ یہ معاہدہ افغانستان کے مسئلے کا حل نہیں ہوسکتا ہے اور افغانوں نے وہ معاہدہ مکمل طور پر مسترد کردیا۔ بعد کے واقعات نے ثابت کردیا کہ معاہدہ جنیوا ایک بے جان اور بے مقصد معاہدہ تھا کیونکہ اس معاہدے سے افغانستان کے حالات میں کوئی بھی تبدیلی نہ آسکی۔ افغانستان سے روسی افواج معاہدے جنیوا کے تحت نہیں نکلی تھیں بلکہ روس نے افغانستان میں ہر طرف ناکامی دیکھ کر اپنی افواج واپس بلانے کا فیصلہ اس معاہدے سے بہت پہلے کرچکا تھا۔

اس معاہدے کے علاوہ کابل کمیونسٹ انتظامیہ نے اب تک جتنی بھی سیاسی چالیں چلائی ہیں۔ یعنی کبھی برائے نام یکطرفہ جنگ بندی کی پیش کش کرتی ہے۔ کبھی لویہ جرگہ کی باتیں کرتی ہے اور کبھی مجاہدین کے ساتھ قومی مصالحتی حکومت کی تشکیل کی پیش کش کرتی ہے۔ ایسی سب کی سب پیشکشیں افغان مجاہد عوام نے صاف الفاظ میں مسترد کردیئے ہیں۔ یہ افغانوں کے سیاسی تدبر اور شعور کے ثبوت ہیں۔ دین سے محبت، حب وطنی سیاسی تدبر، جرأت اور قابلیت کے لحاظ سے افغان دنیا کی عظیم ترین قوم ہے۔ جب ایک آٹھ سالہ افغان بچے سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے وطن سے کیوں ہجرت کی ہے ؟ تو اس نے بہت دکھ بھرے لہجے میں کہا کہ روس ہم پر کمیونزم مسلط کرنا چاہتا ہے اور جب اس سے یہ پوچھا گیا کہ تم بڑے ہو کر جہاد کرنے جاؤ گے ؟ تو اس نے پُرعزم انداز میں کہا کہ کیوں نہیں جاؤں گا۔ جرأت اور حب وطنی کے یہ جذبات اور احساسات ایک ایسے افغان بچے کے ہیں جس نے خود کبھی افغانستان نہیں دیکھا ہے اور وہ صرف اتنا جانتا ہے کہ ہمارے وطن کا نام افغانستان ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ افغان مسلمان چاہے کہیں بھی ہو اور جس عمر میں ہو۔ ہر حال میں وہ اپنے دین اور وطن کے مفاد کے بارے میں سوچتا ہے اس کا ہر فیصلہ اور ہر کام وطن کے فائدے میں ہوتا ہے۔ افغان مجاہد عوام کی اتنی بڑی قربانیوں کے صلے میں اب اگر ان کو صرف یہ حق حاصل ہوجائے کہ اپنے ملک کی حکومت کی تشکیل میں ان سے رائے لیا جائے تو پھر بھی یہ ان کا انتہائی کم صلہ ہوگا دوسری بڑی بات یہ ہے کہ اس امر پر تمام مجاہد رہنماؤں نے اتفاق بھی کیا تھا کہ ایک منتخب شوریٰ تشکیل دینا ہوگا۔ اب چاہیئے کہ جتنا جلد ہو سکے اس متفقہ فیصلے پر عمل بھی ہوجائے۔ حکومت میں افغان مجاہد عوام کی بھرپور شمولیت سے اُن کے حوصلے مزید بڑھ جائیں گے۔ اور ان میں مزید جوش، خروش پیدا ہوجائے گا۔ ان کو احساس ہوجائے گا کہ حکومت

بقیہ صفحہ آخر

تحریر: محمد خلیل

کٹھ پتلی حکومت کا خاتمہ ہوئے بغیر مہاجرین واپس نہیں جاسکتے

یہ بات سننے میں آئی ہے کہ ایک ایسا لائحہ عمل بنایا جائے گا جس کے تحت پاکستان میں مقیم افغان مہاجرین کو واپس افغانستان بھیجا جائے گا اور افغانستان کے اندر ایسے علاقے بنائے جائیں گے جہاں عالمی امن کے جھنڈے لہرائے جائیں گے اور اُن علاقوں کو خطہ امن قرار دیا جائے گا جہاں کٹھ پتلی کابل حکومت کے فوجی کاروائی نہیں کریں گے اور افغان مہاجرین وہاں امن و امان سے رہیں گے۔

اگر چہ یہ لائحہ عمل اور پروگرام بظاہر حالات سے بے خبر اور ناواقف لوگوں کے لئے دلچسپ اور اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن واقفان حال اور بصیرت رکھنے والوں کے لئے یہ سراسر بچوں کا کھیل اور فضول ہی معلوم ہوتا ہے یہ اس لئے کہ مناسب حالات کے بغیر افغان مہاجرین کو واپس افغانستان دھکیلنا انہیں موت کی آغوش میں پھینکنے کے مترادف ہے اس بات کا کوئی بھی ملک اور ادارہ ضمانت فراہم نہیں کر سکتا کہ کٹھ پتلی کابل انتظامیہ مہاجرین کے ٹھکانوں پر بمباری اور گولہ باری نہیں کرے گی۔ اور نہ ہی کٹھ پتلی کابل انتظامیہ انسانی اور اخلاقی حدود کی اتنی پاسبان ہے کہ وہ مہاجرین کو انتقام کا نشانہ نہ بنائے یہ تو کٹھ پتلی کابل انتظامیہ کا وطیرہ اور ریکارڈ رہا ہے کہ اس نے روز اول سے لے کر آج تک تمام بین الاقوامی اصولوں کو پائمال کر دیا ہے اور کسی بھی وقت ظلم و زیادتی سے ہاتھ نہیں کھینچا ہے۔ یہاں اس قسم کا لائحہ عمل بنانے والے عناصر سے پوچھا جاتا ہے کہ اگر کٹھ پتلی کابل انتظامیہ افغانستان کے اندر بے گناہ عوام پر بمباری اور گولہ باری سے دریغ نہیں کر رہا اور اُن کے گھروں فصلوں باغوں اور آبادیوں کو سکڈ میزائل جیسے دور مار خطرناک ہتھیاروں سے تباہ و ملیامیٹ کر رہا ہے اور آج بھی باقی ماندہ افغان عوام بے تحاشا ظلم و بربریت کے ہاتھوں اپنا ملک چھوڑنے کے لئے مجبور ہیں وہاں عوام قحط کے ہاتھوں بھوکوں مر رہے ہیں تو کیا اس صورت حال میں یہ ممکن ہے کہ یہاں سے جانے والے مہاجرین کو کٹھ پتلی نجیب حکومت معاف کرے گی اور اُنہیں انتقام کا نشانہ نہیں بنائے گی۔ کم از کم کابل انتظامیہ کو اس پہلی بات پر تو آمادہ کریں کہ افغانستان کے اندر موجود لوگوں کے خلاف بمباری اور گولہ باری کا سلسلہ ختم کر دے اور انہیں زندگی کا تحفظ فراہم کر دیں۔

عجیب بات ہے کہ کابل میں موجود بے گناہ عوام ظلم کی بھٹی میں جل رہے ہیں اور وہاں روزانہ درجنوں سینکڑوں افراد لقمہ اجل بن رہے ہیں لیکن اُن کی حفاظت کے لئے آج تک کوئی بھی ادارہ اس پر قادر نہیں ہو سکا ہے کہ کٹھ پتلی نجیب حکومت کو اس قتل و قتال سے منع کرے۔ تو پھر کٹھ پتلی کابل حکومت سے اس بات پر کیسے عمل کروایا جا سکتا ہے کہ پاکستان سے جانے والے مہاجرین پر وہ ظلم کے پہاڑ نہیں توڑیں گے۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مہاجرین کو واپس افغانستان بھیج کر اُن پر احسان نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اُنہیں موت کی آغوش میں مزید زبردستی دھکیلا جائے گا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ کوئی بھی بین الاقوامی حدود اور اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ صابرہ و شتیلہ کیمپ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ جہاں اسرائیلی فوجیوں نے گھس کر فلسطین کے بے گناہ مہاجرین کا قتل عام کیا ہزاروں بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو

شہید کر ڈالا اُن پر بے تحاشا ظلم و زیادتی کی صابرہ و شتیلہ کیمپوں کو خون میں نہلایا اور وہاں قیامت صغریٰ برپا کر کے واپس چلے گئے۔ کیا اسرائیل کا ہاتھ اُس وقت کسی نے روکا تھا۔؟ کیا اسرائیل کو اس عمل پر اقوام متحدہ یا کسی دوسرے ادارے نے کوئی سزا دی تھی؟ کیا کسی نے اسرائیل کا کچھ بگاڑا تھا۔؟

ظاہر بات ہے کہ اسرائیل کے خلاف کچھ بھی نہیں ہوا تھا اور نہ ہی کوئی کچھ کر سکتا تھا۔ یہی حیثیت کٹھ پتلی کابل حکومت کی بھی ہے وہ اسرائیل سے ظلم و زیادتی میں زیادہ تو ہے لیکن کم نہیں ہے اقوام متحدہ کو چاہیئے کہ ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پروگرام پر نظر ثانی کریں۔ اور اس کی جگہ ایسا لائحہ عمل بنائیں جس سے ظلم و زیادتی کی جڑیں مکمل طور پر ختم ہو جائیں اور وہاں خوف و ہراس کے جو عوامل ہیں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینک دیئے جائیں۔ جب بھی ظلم و زیادتی کے اصل عوامل ختم ہوں گے۔ تو افغان مہاجرین بتائے بغیر خود بہ خود واپس افغانستان روانہ ہوں گے۔ اقوام متحدہ اور دوسرے حق پسند ملکوں کو چاہیئے کہ وہ اس کی بجائے کہ بیماری کی تشخیص کئے بغیر علاج شروع کریں پہلے اصل بیماری کی تشخیص کریں اور بعد میں اس کے لئے علاج کا بندوبست کریں۔ جب تک بیماری کی تشخیص نہ کی جائے تو اس کے لئے لاکھوں تداوی کیوں نہ تجویز کی جائے بیماری ختم ہونے کی بجائے مزید بڑھتی چلی جائے گی۔ یہ بات ہر کسی کو معلوم ہے کہ افغانستان میں بیماری کی اصل وجہ کٹھ پتلی کابل حکومت ہے ساری صورت حال کی ذمہ دار کابل کی کٹھ پتلی ناجائز اور مسلط کردہ حکومت ہے وہ افغان عوام کی مرضی کے مطابق نہیں بلکہ اجنبی افواج کے ہاتھوں افغان عوام پر مسلط کی گئی ہے۔ یہ روسی افواج کی کٹھ پتلی اور آلہ کار ہے۔ افغان عوام کی نمائندہ نہیں بلکہ روسیوں کی وفادار ہے ظاہر بات ہے کہ جب تک یہ روسی ایجنٹ اور ناسور افغانستان میں موجود ہیں تو افغانستان میں امن و امان بحال نہیں ہو سکتا یہ اس لئے کہ افغانستان کے مجاہد اور جیالے عوام ایک ظالم جابر غیر نمائندہ اور ملک، دین و قوم کے قاتل کو کسی بھی صورت میں قبول کرنے کے لئے تیار نہیں یہ افغان عوام کا حق بھی ہے کہ اُسے قبول نہ کرے کیونکہ ایسا کرنا نہ صرف اسلامی احکام کے منافی کام ہے بلکہ بین الاقوامی اصولوں کی بھی منافی ہے، کسی بھی ملک میں ایسا نہیں ہوا ہے کہ وہاں کے عوام نے ملک و قوم اور مذہب کے دشمن خاص کر بیرونی افواج کے ہاتھوں مسلط شدہ ظالم اور جابر کو اپنا حکمران مان لیا ہو بلکہ جہاں بھی ملک اور قوم کا دشمن پیدا ہوا ہے عوام نے اُسے پکڑ کر پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا ہے۔

آخر افغان عوام جو اللہ تعالیٰ کے دین کے پیروکار ہیں وہ کیسے کر سکتے ہیں کہ ملک کو فروخت کرنے والے اور پندرہ لاکھ بے گناہ عوام کے قاتل کو اپنا حکمران تسلیم کریں یا اس پر اعتبار کریں۔

اگر اقوام متحدہ یا دوسرے حقیقت پسند ممالک واقعی افغان عوام کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں اور افغانستان میں امن و امان اور عوام کو چین و سکون سے زندگی گذارتے دیکھنا چاہتے ہیں، تو اُنہیں چاہیئے کہ افغان مجاہد عوام کے جائز موقف کی تائید کر کے کٹھ پتلی کابل حکومت کو ہٹانے کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں کیونکہ کابل حکومت کا خاتمہ ہی تمام مشکلات اور مصائب کا حل ہے۔

۳

بقیہ شہادت حق

لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صادقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ کتنے اچھے رفیق ہیں یعنی جو لوگ فریضہ شہادت بطور احسن سرانجام دیتے وہ انہیں مذکورہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

ہم بھی جمعیت طلبہ عربیہ کے ایک کارکن ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں شہادت حق فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین اور اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی شہادت کا بلند مرتبے پر فائز کر دیں۔ اور ہمیں ہر وقت یہ فکر مندی ہونی چاہیئے کہ اس فریضہ کو اس طرح ادا کریں۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا تھا اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عنایت فرمائیے تاکہ ہم اس کا واقعی مصداق بن سکیں آمین

جہادِ افغانستان کے سلسلے میں عالمِ اسلام کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہئے

افغان مجاہدین کی دنیا کی بڑی باطل اور جارح قوت کے خلاف بارہ سالہ جدوجہد سے ایک طرف تو دنیا بھر کے مقبوضہ اور مستضعف اقوام کو ایک زبردست حوصلہ ملا اور ان اقوام نے ان جارح اور قابض قوتوں سے اپنی آزادی کے حصول کے لئے فیصلہ کن جدوجہد کا آغاز کیا ہے اور دنیا بھر میں آزادی کی تحاریک بڑے زور و شور سے جاری ہیں اور آزادی کی یہ تحاریک ان مقبوضہ اقوام کے لئے جتنے فائدے میں ہیں تو دوسری طرف آزادی کی یہ تحاریک ان قابض جارح اور بڑی قوتوں کے لئے ایک بڑا خطرہ ہے. خصوصاً افغانوں کی اس طویل جدوجہد اور عظیم قربانیوں کی بدولت اسلام کا نشاۃ ثانیہ ہو کر عالم اسلام ایک بڑی اور مؤثر قوت بننے کی یقینی امیدیں پیدا ہوگئی ہیں. لیکن پھر بھی اس اجتماعی اور عظیم ہدف کے لئے مسلمانوں کی اجتماعی اور ہمہ جہت جدوجہد کی سخت ضرورت ہوگی. اس امر کا احساس اسلام کی سربلندی کے حامی اور دوسرے ان مسلمانوں کے لئے جو عالمی اتحاد اسلامی کے خواہشمند ہیں کے لئے ایک نہایت خوش آئند امر ہے اور دوسری طرف اس امر کا احساس اسلام دشمن اور باطل قوتوں کو بھی شدت سے ہو رہا ہے.

چند برس قبل امریکہ کے سابقہ صدر نکسن نے پاکستان کا دورہ اس خیال سے کیا تھا کہ افغانوں کی دین اور ملک کی خاطر جدوجہد نسبتاً قریب سے دیکھ سکیں. پاکستان آکر جب انہوں نے افغانوں کی اتنی بے سروسامانی کی حالت میں دنیا کی ایک بڑی طاقت کے خلاف کامیاب جدوجہد کو دیکھ کر تو ان کے تصور میں صلاح الدین ایوبی کے صلیبی معرکوں کی یادیں آئی ہوں گی. انہوں نے دل ہی دل میں یہ تسلیم کیا ہوگا کہ افغان مجاہد ملت اپنی سوچ اور ارادوں کو عملی تشکل دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے اس لئے واشنگٹن واپسی پر انہوں نے اپنی حکومت کو افغان جہاد کے بارے میں اپنی مشاہدات اور احساسات پر مشتمل ایک رپورٹ دی. انہوں نے اپنی حکومت کو لکھا تھا کہ افغان جہاد جس طرح روس کے خلاف ہے بالکل اُسی طرح یہ جدوجہد امریکہ کے خلاف بھی ہے. جہاد افغانستان کے بارے میں یہ رپورٹ ایک ایسی شخصیت کی تھی جنہوں نے امریکہ کے صدر کی حیثیت سے ایک طویل عرصہ وائٹ ہاؤس میں گزارا تھا. وائٹ ہاؤس کی زندگی کے دوران رچرڈ نکسن نہ صرف اپنے ملک امریکہ کی فوجی قوت سے بخوبی آگاہ رہتے تھے بلکہ اپنے بڑے حریف روس کی ہر قسم کی فوجی قوت اور عزائم سے بھی اچھی طرح آگاہی حاصل کرتے رہیں. اس کے علاوہ ایک دیٹو پاور کے سربراہ کی حیثیت سے دنیا کے دیگر مختلف ممالک کی عسکری اور اقتصادی قوت کا اندازہ کرتے رہیں. وائٹ ہاؤس کی زندگی کے دوران دنیا بھر کی قوتوں کے بارے میں ان کے خیالات چاہے کچھ بھی تھے. لیکن افغان مجاہدین کی اسلام کی سربلندی کے لئے سرفروشانہ جدوجہد کو دیکھ کر ان کے سارے پرانے خیالات بدل ہو گئے. افغان جہاد کو انہوں نے امریکہ کے خلاف اس لئے کہہ دیا تھا کہ افغان اسلام کی روح کے مطابق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسے پر ایک وحشی طاقت کے خلاف میدان جہاد میں کود پڑے ہیں اور افغانوں کی یہ جدوجہد اسلام کے نشاۃ ثانیہ کی بنیاد فراہم کر کے عالم اسلام ماضی کی طرح ایک عظیم اتحاد اور قوت کی حیثیت سے ابھرے گی اور پھر ظاہر ہے کہ عالم اسلام کی اس اجتماعی قوت سے نہ صرف روس بلکہ امریکہ اور دیگر غیر مسلم قوتوں کی دنیا پر قائم اجارہ داری کے لئے ایک بڑا اور زبردست خطرہ ثابت ہو سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بظاہر افغان جہاد کے حامی امریکہ بھی افغانستان میں

ایک خالص اسلامی حکومت برداشت کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہے روس اور امریکہ کے درمیان عالمی امور پر اختلافات اپنی جگہ پر ہیں لیکن افغانستان میں مجاہدین کی خالص اسلامی حکومت کے قیام کے بارے میں دونوں کے خیالات بالکل یکساں ہیں اور یہ دونوں اس امر پر بالکل متفق ہیں کہ افغان جہاد اپنی منطقی انجام کو نہ پہنچ سکے امریکہ مجاہدین کی برائے نام حمایت کر کے روس سے صرف اپنے مفادات کے حصول کے لئے کوشاں ہے۔ چاہے یہ مفادات امریکہ کو روس سے کہیں بھی اور کسی بھی صورت میں حاصل ہو جائیں، امریکہ اپنے خیال میں اب افغان جہاد اپنے مفادات کے لئے شطرنج کے ایک مہرے کے طور پر استعمال کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں ہونا چاہیئے کہ غیر مسلم کبھی بھی مسلمانوں کا دوست خیر خواہ اور ہمدرد نہیں ہو سکتے ہیں۔ افغان مہاجرین کی امداد کرنے والے غیر مسلم اداروں میں ایسا ادارہ یا افراد موجود ہیں جو مہاجرین کے ہمدردوں کی صورت میں ان میں اپنے لادینی نظریات پھیلاتے ہیں اور یا ایسی کوششیں کرتے ہیں۔ جو افغان جہاد کے لئے فائدے کی بجائے نقصان کا باعث بن جاتی ہیں افغان مجاہدین کی طرف سے مغربی صحافیوں کے بارے میں ایسی شکایات پہلے سے ہوتی رہتی ہیں لیکن پچھلے دنوں ایک غیر مسلم ادارے کے حوالے سے ایسے واقعات پیش آرہے تھے کہ افغان مہاجرین نے مجبوراً اس ادارے کو کہہ دیا کہ ہمیں اس قسم کی امداد کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ادارے کو چاہیئے کہ وہ مہاجر کیمپوں میں اپنا کام بند کردے لیکن اُس غیر مسلم ادارے کے اصل مقاصد تو اور کچھ تھے اس لئے اس ادارے نے مہاجر کیمپ میں اپنی مذموم سرگرمیاں جاری رکھیں تو اس پر مہاجرین نے شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ افغانوں نے اپنے وطن سے ہجرت ہی اس لئے کی ہے کہ وہاں افغانستان میں ان پر کمیونزم مسلط کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں اور کمیونسٹ اپنی یہ کوششیں افغان مسلمانوں پر مہلک اور خطرناک ہتھیاروں کے استعمال کے ذریعے کر رہے ہیں اور اب اگر کوئی غیر مسلم ادارہ مہاجرین کے ہمدردوں کی صورت میں پُرامن اور میٹھی زبان میں ان پر عیسائیت مسلط کرنے کی کوشش کرے تو یہ کس قدر دکھ اور افسوسناک امر ہوگا؟ لیکن یہ سوال مہاجرین کے لئے نہیں بلکہ دنیا بھر کے ان مسلمانوں کے اذہان کو جھنجھوڑنے کے لئے ہے۔ جو امن کی حالت میں ہیں اور ہر قسم کی طاقت اور وسائل بھی رکھتے ہیں۔

مسلمان کا ایمان ہے کہ جان، دولت اور امارت یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی امانت ہوتی ہیں اور ضرورت پڑنے پر ان سب کچھ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنا ان امانت میں خیانت کرنے کے مترادف ہے، افغان مسلمانوں نے تو اپنے دین اسلام کی حفاظت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور افغانوں کی ان عظیم قربانیوں کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور ان کی اس دلیرانہ جدوجہد اور عظیم قربانیوں کی بدولت سارے عالم اسلام کو ایک نیا اور اعلیٰ مقام حاصل ہوا اور دنیا سے ایک ملحدانہ نظریہ کمیونزم کا نام تک مٹ جانے والا ہے۔ اسلام کی راہ میں جب افغان اتنی بے سروسامانی کی حالت میں اتنی بڑی قربانی دے سکتی ہے اور اس جدوجہد کے اتنے مفید اور دیرپا نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ تو دنیا کے کروڑوں مسلمان اس سلسلے میں افغانوں کی خاطر خواہ اور ضرورت کے مطابق مدد کیوں نہیں کر سکتے ہیں؟ دنیا بھر کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس سلسلے میں افغان مسلمانوں کی بھرپور مدد کرے۔ مہاجرین کی روزمرہ زندگی کی ضروریات پورا کیا کرے تاکہ وہ معاشی فکر سے آزاد ہو اور یکسوئی سے جہاد میں مصروف ہو اور غیر مسلموں کے لئے کسی بھی صورت میں یہ موقع نہ مل جائے کہ وہ مہاجرین اور مجاہدین کے مدد کرنے اور حمایت کرنے کے آڑ میں ایسی مذموم کوششیں نہ کرے جو افغانوں کے لئے نقصان اور خطرے کا باعث نہ بنے۔ افغان مجاہدین کو دشمن کے مقابلے کے لئے بڑے پیمانے پر مؤثر اور جدید ترین ہتھیاروں کی فراہمی کی بندوبست کرنا چاہیئے۔ کیونکہ کمیونسٹ انتظامیہ مجاہدین کے خلاف دُور مار اور بھاری میزائل سکڈ بڑے پیمانے پر استعمال کرتی ہے اور مجاہدین پر انتہائی بلندی سے بمباری کرنے والے طیارے کے ذریعے بم برساتی ہے۔ ان ہتھیاروں کے توڑ کے لئے مجاہدین کے پاس بھی مناسب ہتھیار ہونا چاہیئے۔ افغان مہاجرین اور مجاہدین کے لئے ان ضروریات کو پورا کرنا ان پر کسی کا احسان بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایسے حالات میں دوسرے مسلمانوں پر مجاہدین کی ضروریات پورا کرنا عین فرض بنتا ہے پہلے تو ہر مسلمان کو چاہیئے کہ باقاعدہ اس مسلح جہاد میں عملاً حصہ لے لیکن اگر یہ ان کے لئے ذرا زیادہ مشکل ہو تو کم از کم مجاہدین کے لئے ضروریاتِ جہاد فراہم کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ویسے بھی مجاہدین کہتے

ہیں کہ ہمیں افرادی قوت کی اتنی زیادہ ضرورت نہیں ہے۔ جتنی کی ہتھیار وغیرہ کی ضرورت ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ہر نیک عمل اور ہر نیک کوشش کے اثرات اور نتائج ضرور برآمد ہو جاتے ہیں چاہے اس نیک عمل کے اثرات اُس وقت یا اُس مقام پر ظاہر ہو جائیں یا کچھ عرصہ بعد یا دوسرے کسی مقام پر لیکن کوئی بھی نیک کوشش ضائع نہیں ہو جاتا ہے اور علما کرام کے اس حوالے سے ہم جہادِ افغانستان کے بارے میں بار بار یہ کہتے رہتے ہیں کہ افغان مجاہدین کی یہ طویل صبر آزما کٹھن اور جراتمندانہ جدوجہد اور اس سلسلے میں افغانوں کی عظیم قربانیوں کے اثرات پوری دنیا پر مرتب ہو رہے ہیں افغان مجاہد کی یہ جدوجہد صرف سرزمین افغنستان تک محدود نہیں ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب کوئی افغان مجاہد افغنستان ہی میں کوئی گولی چلائے۔ تو اس گولی کے اثرات دیگر مقامات کے علاوہ ماسکو میں بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ کیونکہ یہ تو ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ ماسکو نے افغان مسلمانوں پر کمیونزم ملحدانہ نظام مسلط کرنے کے لئے افغانستان میں مداخلت کرنا شروع کیا تھا اور اس کے جواب میں یعنی کمیونزم کے خلاف افغان مجاہدین نے جہاد شروع کیا اور اس جہاد کی برکت کی بدولت آج ماسکو میں بھی کمیونزم کے لئے سخت خطرات پیدا ہو گئے ہیں۔ ابھی روس کے ایک سرکاری اخبار کی اطلاع کے مطابق ماسکو میں کسی نے لینن کے مقبرے کو تباہ کرنے کے لئے دو بم مقبرے کے کسی حصے میں نصب کئے تھے۔ لیکن یہ کوشش ناکام بنادی گئی۔ خیر اگر یہ کوشش اس دفعہ ناکام بھی بنادی گئی۔ لیکن عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ ماسکو ہی میں نہ کمیونزم کا نام و نشان ہوگا اور نہ لینن کا مقبرہ ہوگا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مجاہدین نے ابھی تک افغانستان میں ایک شہر بھی فتح نہیں کی تو ان کو چاہیئے کہ کمیونزم کے حال کو بھی ذرا دیکھے۔ انشاء اللہ وقت آنے پر کابل کٹھ پتلی انتظامیہ سیکنڈوں میں ختم ہو جائے گی۔ اس لئے افغان مجاہدین اپنی اس طویل اور کٹھن جدوجہد اور اپنی عظیم قربانیوں کے نتائج سے پوری طرح مطمئن ہیں۔

دنیا کے دوسرے مسلمانوں کو ایک دوسرے کام پر بھی بھرپور توجہ دینا چاہیئے وہ یہ کہ مشرقی یورپ کے اشتراکی بلاک کے ممالک اور خود روس میں بھی تبلیغ اسلام کے سلسلے میں مؤثر کوشش شروع کرنا چاہیئے کیونکہ کمیونزم کی پسپائی سے ان ممالک میں اسلام کی اشاعت کے لئے کافی سازگار حالات پیدا ہو گئے ہیں ان ممالک میں پہلے امریکہ اور دیگر یورپی ممالک کی طرح سرمایہ دارانہ نظام قائم تھا لیکن کمیونسٹوں نے سرمایہ دارانہ نظام انسانی اور ملکی ضروریات اور مسائل کے حل کے لئے مفید اور کارآمد نہیں سمجھا اور روس کی طاقت سے مشرقی یورپ کے ممالک میں کمیونزم نظام قائم ہوا۔ لیکن ان ممالک کے عوام کو تجربہ ہوا کہ کمیونزم بھی سرمایہ دارانہ نظام کی طرح انسانی اور ملکی مسائل کے حل کے لئے کوئی مفید اور کارآمد نظام نہیں ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مغربی طرز معاشرت میں مادی لحاظ سے سب کچھ ہونے کے باوجود۔ انسانی اقدار اور اخلاق کی فقدان کی وجہ سے معاشرے کے افراد کے لئے حقیقی معنوں میں سکون، امن اور خوشحالی میسر نہیں ہے اور بظاہر بارونق زندگی گزارنے والے مغربی معاشرے کے افراد دل میں بہت اداس، پریشان اور بے چین رہتے ہیں۔ اب چونکہ اشتراکی ممالک کے عوام دونوں یعنی سرمایہ دارانہ اور کمیونزم کا تجربہ ہو گیا۔ تو دونوں نظام کو ناکام پائے۔ تو ان حالات میں اگر مسلمان بھرپور اور مؤثر کوشش کرے تو ان ممالک میں اسلام بآسانی اور خوب پھیل سکتا ہے۔ ہر قسم کے انسانی مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام ہی ہے ان ممالک میں اسلام کی تبلیغ کرنا افغان مجاہدین کی ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ وہ اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی جگہ پر جدوجہد میں مصروف ہیں یہ ذمہ داری دنیا بھر کے ان مسلمانوں اور خصوصاً ان علماً کرام کی ہیں جو پرامن حالات میں رہتے ہیں۔ تبلیغ اسلام کے سلسلے میں ایک جماعت باقاعدگی سے کام کر رہی ہے اور وہ دنیا بھر کے ممالک اور خطوں کو جماعتیں بھجواتی ہیں۔ اشتراکی ممالک کے لئے تبلیغی جماعتوں میں کافی زیادہ توسیع کرنا چاہیئے، مسلم حکومتوں کو بھی چاہیئے کہ اس سلسلے میں مناسب اقدامات کرے۔ اگر دنیائے اسلام کے جلیل القدر علماً کرام منظم منصوبے کے تحت اور ہر وہ مناسب طریقہ اختیار کرے جو اس کے لئے ضروری ہو تو ان اشتراکی ممالک میں تبلیغ اسلام کے بہت مفید نتائج برآمد ہو سکتے ہیں اور عالم اسلام ایک مضبوط قوت اور بلاک کی حیثیت سے ابھرے گا۔

قاضی نجات علی کوہاٹی
منصورہ لاہور

شہادتِ حق

شہدا ان لوگوں کی جماعت اور سوسائٹی کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کی حاکمیت اقتدار اعلیٰ اور ربوبیت اور اس کے حق ہونے کی گواہی دیتے ہوں اور نوع انسانی کے سامنے اس حق کے مبلغ بن کر اس کی صداقت اور حق ہونے کا ثبوت دیں اس نہایت بھاری ذمہ داری کے لئے انسان کی تخلیق سے لے کر رسول کریم ؐ کے منصب نبوت سے سرفراز ہونے تک اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں انبیاء کرام روانہ کئے تاکہ لوگوں کے دلوں میں محبت قائم کریں کہ یہ دینِ حق ہے اسی دنیا میں تمہیں اس لئے پیدا کیا ہے۔ تاکہ اپنے خالق کی عبادت کرو اور انبیاء نے لوگوں کو یہ بتایا کہ اقتدار اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ حاکم، مالک، مدبر اور تمہارا رب ہے۔ انبیاءؑ علیہم السلام نے اس حقیقت کو واضح کرنے میں نہایت شدید مشکلات اور مختلف نوع کے مصائب کا سامنا کیا۔ مگر ذرا بھی پیچھے نہیں ہٹے بلکہ باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس آواز کو بلند کرتے رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے اس وقت جہالت ضلالت بے انصافی، بے عدالتی اور گمراہی کا دور دورہ تھا۔ حق کی آواز کو بلند کرنے پر ہی ہر طرف سے آپؐ کو مصائب اور آلام کی بارش کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپؐ کبھی بھی مایوس نہیں ہوئے، تمام مصائب کو کشادہ پیشانی اور کھلے دل سے قبول کیا۔ اس طرح مختلف ادوار اور زمانوں میں اسی فریضہ شہادت حق کے لئے انبیاءؑ اور صلحاء کرام بہت سی تکلیفیں اور مصائب کا سامنا کرتے رہے اس کے لئے خون بہایا اس کے لئے مال خرچ کیا غرضیکہ کوئی چیز اس راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

نبوت کے سلسلے کے اختتام پر یہ ذمہ داری اُمتِ مسلمہ پر ڈالی گئی۔ تاکہ وہ ان لوگوں تک اس آواز کو منتقل کر سکیں جن کو اب تک کتاب اللہ کی ہدایت نہ پہنچی ہو اور اب تک اس نور سے بے بہرہ ہوں ان کو روشنی کی راہ دکھائیں اور فوز فلاح کی سرزمین میں داخل کر سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَکذالِکَ جعلنٰکمُ اُمۃً وسطاً لتکونُوا شہداء علَی الناس وَ یکون الرَّسولُ علیکم شہیداط۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا تاکہ تم انسانوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہیں۔

تمام اُمتِ مسلمہ کا واحد مقصد ہے جس کو ہم نے پورا نہیں کیا گویا اپنی زندگی ہلاکت میں ڈالی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہم پر ایک عائد شدہ فرض ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یاایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ط

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو خدا کی خاطر اٹھنے والے اور ٹھیک ٹھیک اس کی راستی کی گواہی دینے والے بنو۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمن اظلم ممن کتم شہادۃ عندہ من اللہ

ترجمہ: اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جس کے پاس اللہ کی طرف سے ایک واضح گواہی موجود ہو۔ لیکن وہ اسے چھپا کر مخفی رکھے یہودیوں کی طرح اس میں گوناگوں تحریفات کرے اور اپنے نفس کی خواہشات کے مطابق اس میں تبدیلی کرے۔ اور لوگوں کے سامنے اس حق کا اعلان نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کتمان حق اور اس ذمہ داری سے غفلت کی سزا بھی واضح طور پر بیان فرما دی ہے۔ کہ جو اس حق کو اپنے پاس رکھتے ہوں اور ان تک واضح ہدایت بھی

پہنچی ہو اور ان پر حقیقت منکشف ہو گئی ہو۔ لیکن پھر بھی وہ اس میں سستی اور کسالت سے کام لیتے ہوں اور اس منکشف شدہ حقیقت کو لوگوں تک نہ پہنچاتے ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ضربت علیهم الذلة والمسكنة وباءُوا بغضب من الله

ترجمہ:۔ ذلت خواری، بدحالی ان پر مسلط ہو گئی اور اللہ کے عذاب میں گھر گئے۔

یعنی جنہوں نے کتمان شہادت حق کیا اور سستی و کاہلی سے کام لیا اور ان پر عذاب مسلط ہو گا اور بدحالی اور ذلت و خواری میں مبتلا ہوں گے۔ یہ ذمہ داری فریضہ شہادت حق امت مسلمہ سے پہلے یہودیوں اور عیسائیوں پر ڈالی گئی تھی۔ لیکن انہوں نے حق کو چھپایا اور شہادت حق کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں کوتاہی کی روش اختیار کی اور خواہشات نفس میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کے نازل شدہ احکامات میں تبدیلی اور تحاریف شروع کیں۔ یہ انجام ہر اس شخص اور قوم کے نصیب میں ہو گا۔

جو فریضہ شہادت حق میں کوتاہی اور تقصیر سے کام لیں گے اور اس کو ترک کریں گے اور اس سے بغاوت اور پسپائی اختیار کرتے ہیں۔ یعنی جس چیز کے ذمہ دار ہم بنائے گئے ہیں جو حق ہمارے پاس آیا ہے اور جو حق ہم پر منکشف ہوا ہے تو ہم پر لازم ہے کہ اس فرض کو تمام انسانوں تک پہنچائیں اور دنیا کے سامنے اس کے حق ہونے پر اور اس کی صداقت کی گواہی دیں اور ایسی گواہی جو کہ اس کی حقانیت اور صداقت پر دلالت کرتی ہو اور یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ شہادتِ حق کی یہ ذمہ داری بہت نازک ذمہ داری اور مسئولیت ہے کیونکہ جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب اور انبیاء کرام کی ہدایت پہنچی ہو تو وہ اس فریضہ کا ذمہ دار ہے اگر اس میں سستی اور کاہلی سے کام لے گا تو اس میں وہ مجرم قرار پائے گا اور اگر اس آواز کو دوسروں تک نہیں پہنچائے گا اور دوسروں کے سامنے اس کی تبلیغ نہیں کرے گا اور اس کے لئے اپنی مساعی اور صلاحیتیں بروئے کار نہیں لائیگا تو اس پر بھی بدحالی اور ذلت و رسوائی مسلط ہو گی اور یہ عذاب اس کا نصیب بن جائے گا۔

ہم پر یہ فرض ہے کہ قولاً فعلاً اس فریضے کی تبلیغ کے لئے سعی اور جدوجہد کریں تو لاً اپنی زبان سے اپنے قلم کے ذریعے سے اس فریضے کے حقیقت کو دنیا کے سامنے واضح کریں۔ جو کہ اللہ کی طرف سے رسول کے ذریعے تمام انسانوں کے لئے نازل ہے اور لوگوں کو سمجھانے میں جتنے طریقے ہو سکیں ان کو بروئے کار لائیں۔ نشر و اشاعت کے جتنے ذرائع اور وسائل ہوں ان کا استعمال میں لایا جائے۔ اور علوموں اور فنوں سے جتنے مواد فراہم کئے جا سکیں سب کو ساتھ لے کر انسانوں کو اس سے آشنا اور روشناس کرائیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر اور منتخب کئے ہوں مثلاً اعتقاد و افکار اخلاق سیرت تمدن و معاشرت میں کسب معاش میں لین دین میں اور قانون و نظم و عدالت میں سیاست اور تدبیر ملک کے بارے میں اور تمام پہلوؤں میں اس دین نے جو کچھ انسانی رہنمائی کے لئے پیش کیا ہے اس کو برملا لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ اور مضبوط دلائل اور شواہد سے اس کا حق ہونا ثابت کریں۔ عملاً اپنے دل کو اور تمام تر صلاحیتوں کو استعمال میں لائیں اور اپنے کردار کو خود اس فریضہ کا مصداق بنائیں خود اس پر عامل ہو انفرادی اور اجتماعی زندگی دونوں میں اس حق پر عمل پیرا ہوں تاکہ دوسرے بھی ہمیں دیکھ کر خود بخود ایمان اور صداقت کا ذریعہ محسوس کریں اس کے بعد فریضہ حق کے خلاف اس عنصر میں بھی ہمارے دشمن مختلف ہتھکنڈوں سے اس کو ختم کرنے میں کامیاب ہونے کی کوششوں میں مصروف ہے کہ حق پسندوں اور حق کی آواز اٹھانے والوں کو ہر قسم کی تکالیف، ایذائیں پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور ہم دیکھتے ہیں جو غرب میں رہتے ہیں یا شرق میں۔ انگریزوں کی شکل میں ہو یا روسیوں کی شکل میں۔ یہودیوں کی شکل میں ہو ان کی یہی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس آواز کو خاموش کرنے میں کامیاب ہو جائے اور اپنے ایجنٹوں کو مختلف اشکال میں دعوتِ حق کے سامنے رد کا ڈٹ بنانے کی خاطر یا شہادت حق کے گواہوں کو مصائب اور دشواریوں سے دوچار کرنے کی خاطر سامنے لائے ہیں۔ جو اس فریضہ شہادت حق کا صحیح سے حق ادا کر رہے ہیں اور مسلسل اس کے لئے جدوجہد کرتے ہیں ان کے اللہ تعالیٰ کے پاس اجر محفوظ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ان سے وعدہ ہے کہ ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين و حسن اولئك رفيقا

ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان

بقیہ ص ۲۷

عبدالصمد صافی
بارہ خیل

پیاسا

"میری ایک بات غور سے سن بیٹا" ماں نے انتہائی جذباتی انداز میں کہا۔

آپ کی باتیں نہیں سنوں گا تو اور کس کی سنوں گا۔ میں تو آج آیا ہی اس لئے ہوں کہ آپ کی باتیں سنوں۔ بیٹے نے ادب سے جواب دیا۔ اور پھر خاتون کچھ اس انداز سے مخاطب تھیں۔

"بیٹے آج مجھے یقیناً خوشی ہو رہی ہے کہ آپ اپنی تربیتی کورس کے لئے روس جا رہے ہیں۔ ہر ماں کی طرح میری بھی یہ خواہش ہے کہ اپنے بیٹے کو قدم قدم کامیاب و کامران دیکھ سکوں آپ نے اپنی محنت اور میری دعاؤں کے طفیل کامیابی کی تمام سیڑھیاں طے کی ہیں اور آخری سیڑھی رہ گئی ہے جسے طے کرنے کے لئے آپ اپنے وطن کو کل ساڑھے دس بجے الوداع کہنے والے ہیں جس طرح میں اب تک آپ کی جدائی کے اذیت ناک لمحے صبر و استقامت سے گزارے ہیں اسی طرح مزید یہ دو سال بھی گزار دوں گی لیکن انتہائی کرب و اذیت کیساتھ۔ کیونکہ میری زندگی کا قیمتی ترین متاع بھی آپ ہیں اور خوشیوں کا مرکز و محور بھی۔ آپ کے چہرے پر جھلکتی ہوئی سرخی اُس لہو کا عطیہ ہے۔ جو میں نے پورے ۲۲ سال تک قطرہ قطرہ ٹپکا کر آپ جیسے ننھے بچے کو گرانڈیل جوانی کی آبیاری میں صرف کیا ہے۔

آپ کی اس اٹھتی ہوئی جوانی میں میری اس گھٹتی ہوئی قامت کی مشقتیں اور محنتیں شامل ہیں۔ آپ مجھے کائنات کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ اس لئے جب آپ نے روس جانے کی خوشخبری سنائی تو مجھے خوشی کے ساتھ ساتھ ایک انجانے سے خطرے کا احساس ہونے لگا ہے کہ جیسے آج کے بعد ہم چاہتے ہوئے بھی نہ مل سکیں گے جیسے آپ روس کی وسعتوں میں گم ہو جائیں گے وہ وسعتیں خدا نا آشنا ہیں جو انسانیت سے عاری ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ جو بھی روس گیا ہے واپسی پر وہ ملحد بن کے آیا ہے وہ دین سے بیزار ہو جاتا ہے اور جو کوئی اس کے سامنے دین کی بات کرتا ہے اسے رجعت پسند، بنیاد پرست اور سرمایہ داروں کا ایجنٹ کہتا ہے۔ اور رحم اور خلوص سے بالکل نابلد ہو جاتے ہیں۔ بیٹے میں آپ کو جانے سے منع نہیں کروں گی۔ لیکن یہ ضرور کہنا چاہتی ہوں کہ وہاں رہتے ہوئے اپنی ایمان اور آزادی کا سودا نہیں کرنا خواہ اس کے لئے تمہیں جان کیوں نہ دینی پڑے۔

"نہیں ماں آپ کو یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے روسی تو ہمارے دوست ہیں وہ تو بہت اچھے لوگ ہیں۔ وہ ہمارے ملک کی ترقی کے لئے سب کچھ کر رہے ہیں۔ سڑکیں بنا رہے ہیں، کارخانے تعمیر کر رہے ہیں، دریاؤں پر بند باندھ رہے ہیں اور سب سے اہم بات یہ کہ ہماری دفاعی ضروریات پوری کرنے کے لئے جہاں ہمیں جدید ترین اسلحہ دے رہے ہیں وہاں ہمیں وہی اسلحہ چلانے کی تربیت بھی فراہم کر رہے ہیں ایسے لوگوں کو انسانیت سے عاری اور دشمن کہنا آپ کی غلط فہمی ہے ماں"

نہیں بھیا امی سچ کہتی ہے ساتھ بیٹھی ہوئی گیارہ سالہ بانو بولی دیکھو بھیا پردیس کی خوشیوں اور چکاچوند میں اپنی اس مٹی کے گھروندے کو نہ بھولنا۔ جب آپ سرخ چوک میں نصب لینن کے سینکڑوں فٹ اونچے مجسمے کے سامنے کھڑے ہوں، تو بظاہر گھٹتی ہوئی لیکن حقیقتاً بڑھتی ہوئی اپنی شفیق ماں کی قد و قامت کو یاد رکھنا جب آپ کریملن کی پرشکوہ عمارت کو دیکھ رہے ہوں تو اپنے دیس کی اس چھوٹے سے اور پہاڑوں سے گھرے ہوئے گاؤں کو نہ بھولنا کہ جس کی آزاد فضاؤں اور فطری ماحول نے آپ کو شاہینی سکھائی ہے۔ ہم آپ اور آپ کی ایمان کی سلامتی کے لئے خدا کے حضور لمحہ لمحہ گڑگڑاتے رہیں گے

فتح افغان عہ

جھپٹ کے جوشِ ایمانی سے افغاں سرخرو نکلے
یہ عقدہ کھل گیا تم تو سراپا جنگجو نکلے

تمہارے دم سے قائم ہے وقارِ ملّتِ بیضا
شہیدانِ وفا یارو! چراغِ آبرو نکلے

تری نصرت کے چرچے ہیں زمین و آسمانوں میں
جدھر دیکھو تمہارا نام ہر سو کو بہ کو نکلے

نہ جانے کیا سمجھ کر ایک لشکر ساتھ لایا تھا
تمہارے عزم کے آگے شکستہ آرزو نکلے

تری ضربِ کہن نے توڑ ڈالا مان طاقت کا
زمانے بھر نے مانا تم تو رشیا کے گرو نکلے

وہ ظالم خون کے سیلِ رواں میں ڈوبتا جائے
جنیوا تک سنا ہم نے حلق سے نالئے ہو نکلے

یہاں پر آزمانے کو نئے ہتھیار لایا تھا
مجاہد توپ گن شپ سے زیادہ تیز رُو نکلے

ہوا گھائل تو اس نے بھاگنے میں عافیت سمجھی
ابھی لاعلم ہے کہ تم تو صد سالہ عدو نکلے

تمہارا جوشِ ایمانی وقارِ دینِ مرسل ہے
یہ مردانِ کہستانی حرم کی آبرو نکلے

ساز کارنامہ

کوئی آئے میرا ہم عزم حرم فریاد کرتا ہے
اُدھر اٹھے فلسطینی اِدھر آفغانی تُو نکلے

پھڑکتا دل ہے کیوں ایسے جو چیرا نوک خنجر سے
تو افغاں کی رگِ جاں سے دھڑکتا سا لہو نکلے

تمہارے عزمِ پیہم سے ہے اسرائیل بھی خائف
اُدھر سے ہو کے جب فارغ اِدھر نہ قبلہ رو نکلے

بڑا رتبہ ملا تم کو تری فطرت ہے افلاک کی
تڑپ ایمان کی باقی! آزادی کی خُو نکلے

ارواحِ شہیداں کو جو ڈھونڈا جا کے جنّت ہیں
خدائے لم یزل سے وہ شریکِ گفتگو نکلے

تلاش ایسے مجاہد کی مجھے لے جائے گی کابل
جو رہتا باوضو ہر دم زباں سے اللہ ہُو نکلے

ذرا جلدی کہ حسرت میں کہیں ایسا نہ ہو جائے
مجاہد ما سکو جائیں تو حرفِ آرزُو نکلے

فتحِ افغان سے پیدا ہوتی ہے ذوقِ گویائی
میرے بکھرے ہوئے افکار کی تم جستجو نکلے

—— احمد حسیب قیصر۔ لاہور

لیکن بھیا [illegible] نہ جانا کہ آپ بچھڑ جائیں
کہیں تو ہم [illegible] سکیں"

یہ معصوم سا ظریف تھا۔ جو کابل کی ملٹری اکیڈمی سے فراغت کے بعد اب مزید دو سال فوجی تربیت کے لئے ماسکو جا رہا تھا۔ اور اپنے گھر والوں سے ملنے اور ان سے اجازت لینے ولایت ننگرہار کے ایک چھوٹے سے گاؤں آیا ہوا تھا۔ اور اب وہ اپنے ہی گھر میں اپنی والدہ اور اکلوتی بہن بانو کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اور غور سے اُن کی باتیں سن رہا تھا۔ ظریف کے والد ایک سکول میں معلم تھے۔ اور کئی سال ہوئے ملیریا کی وجہ سے فوت ہو چکے تھے۔ ظریف کی ماں اگرچہ جوان تھی۔ لیکن اس نے ان دو بچوں کو اپنی تمام محبتوں اور تمناؤں کا مرکز بنا کر دنیا کے ہر نظارے سے آنکھیں بند کر لی تھیں اور آج اُس کی مشقتیں رنگ لائی تھیں اس کا خواب حقیقت بن کر ظریف اور بانو کی صورت میں سامنے تھا۔

ظریف بھی اپنی ماں اور بہن سے والہانہ محبت کرتا تھا وہ جب کابل ملٹری اکیڈمی میں تھا تو ہر وقت اس کی ماں اور چھوٹی بہن بانو خیال کی صورت میں اس کی ذہن پر چھائے رہتے تھے وہ کبھی کبھی سوچتا تھا کہ اس اکیڈمی سے بھاگ جائے اور اپنے حسین گاؤں پہنچ کر اپنی ممتا کے گھنیری چھاؤں میں اور بہن کی معصوم دعاؤں کے سائے تلے اپنی تمام زندگی گزارے۔ لیکن ہر بار سہانے مستقبل کا تصور زنجیر بن کر اس کی ہر قدم کو روک لیتی تھی۔ یوں اس کشمکش میں اس نے کابل میں ہر لمحہ صدی کی صورت گزارا۔ اور آج جب ظریف دو سالہ جدائی کا تصور کر کے اٹھا۔ اور اپنی پیاری بہن بانو کو جب مڑ کر دیکھا تو ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ آنکھوں سے آنسو ڈھلک آتے۔ اور ظریف نے بے اختیاری میں دوڑ کر اپنی بہن کو یوں اٹھا کر بھینچا تھا جیسے کوئی ننھی سی بچی آندھی آتے ہی اپنی گڑیا کو اٹھا کر سینے سے لگا لیتی ہے۔ بانو کی بھی ہچکی بندھ چکی تھی اور ظریف کے کندھے پر سر رکھ کر ایسی لگ رہی تھی جیسے سچ مچ کوئی گڑیا رو رہی ہو۔ اُن کی امی بھی جو آج تک بیسوں سخت سے سخت تر صدمے برداشت کر چکی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر اپنے آنسو ضبط نہ کر سکی اور پھوٹ پھوٹ کر روئی۔

" بھیا ماسکو کی رنگینیوں میں اس مٹی کے گھروندے میں بیٹھی ہوئی منتظر اپنی امی اور اپنی بہن بانو کو نہ بھولنا۔"

یہ بانو کی آواز تھی جس کے الفاظ کو ہچکیوں سے جدا کرنا مشکل تھا۔

اور چند لمحوں بعد ماں بیٹی دروازے میں کھڑی ظریف کو خدا حافظ کہہ رہی تھیں۔ ماں نے آگے بڑھ کر ظریف کے پیشانی کو چوما اور کہا "اے اللہ میں اپنا جگر گوشہ آپ کے حوالے کر رہا ہوں۔ تو ہی اس کا محافظ ہو۔"

ظریف با دل ناخواستہ مسکرایا۔ "فکر نہ کرو ماں میں اپنوں میں جا رہا ہوں، مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔" اور پھر اس نے گیارہ سالہ اپنی اکلوتی بہن پر حسرت بھری نگاہ ڈال کر کہا "بہن بانو خوش رہا کرو میں جب آؤنگا۔ تو آپ کے لئے ڈھیر سارے تحفے لاؤں گا۔"

" نہیں بھیا میرے لئے تو سب سے بڑا اور حسین تحفہ آپ ہی ہیں آپ صحیح سلامت آئیے بس یہی کافی ہے۔" بانو نے جواب دیا۔

میری پیاری سی گڑیا "تم فکر نہ کرو میں بہت جلد آؤں گا بہت جلد"

اور پھر ظریف نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی کا ایک طویل بوسہ لیا۔ اور جلدی سے گھوم کر کہا " اچھا ماں خدا حافظ " اور پھر وہ تیز قدم اٹھاتا ہوا اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا ہوا انجیر کی ان گنت درختوں میں گم ہو چکا تھا۔ اور امی اور بانو تصور ہی تصور میں ظریف کو کابل ایئرپورٹ سے ایئر فلوٹ کے دیوہیکل جہاز پر چڑھتے ہوئے اور ہاتھ ہلا ہلا کر خدا حافظ کہتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور پھر چند لمحوں بعد دروازہ بند ہو چکا تھا۔

جب ظریف افغانستان سے پرواز کر رہا تھا تو نور محمد ترکی کابل کے حکمران تھے اور کمیونزم کو زور و شور سے پھیلانے میں مصروف تھے جتنی شدت کے ساتھ کمیونزم کی پرچار کی جا رہی تھی اتنی شدت سے افغان مسلمان مزاحمت پر کمربستہ ہو رہے تھے۔ کمیونزم کے خلاف جہاد ایک منظم شکل اختیار کر چکی تھی۔ اور آہستہ آہستہ کابل کے کمیونسٹوں کو محسوس ہوتا جا رہا تھا کہ اس مزاحمت کو دبانا مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے اور جب نور محمد ترکی اپنی تمام تر جبر و استبداد کے باوجود مزاحمت کو سرنگوں نہ کر سکا۔ تو اسے اپنی روایتی انجام سے دو چار کر کے حفیظ اللہ امین کو آگے بڑھایا گیا۔ اس کے آتے ہی مزاحمت مزید توانا ہو گئی۔ روس نے حفیظ اللہ امین سے ایک نام نہاد معاہدہ کر کے اور اس کی آڑ لے کر اپنی ایک لاکھ دس ہزار فوج افغانستان میں داخل کر دی

اور افغان مجاہدین کی مزاحمت کو انتہائی بے دردی سے کچلنا شروع کر دیا۔ لیکن جتنی جتنی روسی جبر و استبداد میں سختی آتی گئی اتنا اتنا افغان جہاد کا رنگ و روپ نکھرتا گیا۔ مجاہدوں کا عزم توانا ہوتا گیا اور روس الجھتا اور پریشان ہوتا گیا۔ یوں روسی پاگل سانڈ کی طرح ہر آبادی، ہر گاؤں اور ہر اس مسکن کو تباہ و برباد کرتے گئے جس پر انہیں مجاہدین کی حمایت کرنے کا گمان ہوتا تھا۔ روسیوں کی اس سفاکی اور درندگی سے ننگرہار کا صوبہ بھی نہ بچ سکا۔ اور اس تباہی اور بربادی کی زد میں ظریف کا گاؤں بھی آیا۔

ہوا یوں کہ ظریف کے آنے سے محض چند دن پہلے اچانک روسی ٹینکوں اور فوجوں نے ظریف کے اس چھوٹے سے گاؤں کا محاصرہ کر لیا کسی کو بھی علم نہیں تھا کہ یہ محاصرہ کیوں کیا جا رہا ہے، بس ہر شخص خوف زدہ اور سہما ہوا تھا، روسیوں نے لاؤڈ سپیکروں سے بار بار اعلان کیا کہ سارے لوگ کھلے میدان میں جمع ہو جائیں لیکن لوگ اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھے ہوئے تھے۔ چاروں طرف خاموشی دیکھ کر روسیوں نے گھر گھر تلاشی شروع کر دی۔ اس تلاشی کا پہلا نشانہ وہ گھر بنا جس میں ظریف کی ضعیف ماں اور اکلوتی بہن بانو رہتی تھی۔

کیپٹن ژدری کوف بمعہ پانچ سپاہیوں کے آگے بڑھا اور بانو کے گھر کے دروازے پر بے ہنگم سی دستک دی۔ جسے سن کر بانو اور اس کی ماں کچھ اور سہم گئی تھیں اور بانو کو کچھ اس طرح سینے سے لگا کر بھینچا تھا جس طرح طوفان کے آنے پر مرغی نوزائیدہ چوزے سینے سے لگا کر حفاظت کیا کرتی ہے۔ بالکل اسی طرح وہ بانو کو اپنی باہوں میں چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی کہ اتنے میں ایک بار پھر دستک ہوئی پھر خاموشی..... اور پھر دستک۔ پھر کلاشنکوف کی برسٹ چلی جس سے دروازے کی چٹکنی کسی خشک لکڑی کی طرح ٹوٹ گئی اور دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی کیپٹن ژدری کوف اپنے پانچ سپاہیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ ژدری کوف نے ان دو بے بس عورتوں کو ایسی خون خوار نظروں سے دیکھا کہ دونوں ماں بیٹی نے ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی ایک سرد لہر دوڑتی ہوئی محسوس کی کیپٹن ژدری کوف بار بار "اشرار" کا نام لے رہا تھا۔ یہی وہ لفظ تھا جو روسی مجاہدین کے لئے استعمال کیا

کرتے تھے۔ باقی واہی تباہی وہ روسی زبان میں بک رہا تھا۔ خواتین کو یوں خاموش دیکھ کر کیپٹن آگے بڑھا اور بانو کی ماں کو جیسا ـــ زور سے دھاڑا "اشرار" اسی لمحے بانو کا ہاتھ اٹھا اور ایک زناٹے کے ساتھ کیپٹن کے چہرے پر تھپڑ رسید کیا۔ ایک روسی سپاہی نے یوں اپنے افسر کی توہین دیکھتے ہوئے کلاشنکوف سیدھی کی اور ایک گرر کے ساتھ پوری باڑ بانو کی بائیں ران پر ماری اور بانو ایک اذیت ناک کراہ کے ساتھ گر کر بے ہوش ہو چکی تھی۔

اور پھر چند لمحوں میں ظریف کی شفیق ماں بھی کیپٹن ژدری کوف کی میکاروف پستول کا نشانہ بن چکی تھی۔ بانو زخمی ہو چکی تھی اور ماں شہید۔ کیپٹن جب ظریف کے گھر کو اجاڑ کر باہر نکلا تو تمام ٹینکوں کو اس چھوٹے سے گاؤں پر فائر کا حکم دیا۔ اور پھر چند لمحوں میں پورا گاؤں کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا تھا۔

روسی فوج کے جانے کے بعد ارد گرد سے لوگ اکٹھے ہوئے اور زخمیوں اور شہیدوں کو اکٹھا کرنا شروع کیا اور پھر قبر کھود کر تقریباً ۱۲ شہیدوں کو اس میں اتار دیا گیا۔ ان شہیدوں میں ظریف کی ماں بھی تھی۔ بانو شدید زخمی تھی جسے فوراً خچر پر ڈال کر پاکستان کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ چند دن بعد بانو کا آپریشن ہوا اور گھٹنے سے اوپر تک ٹانگ کاٹ دی گئی۔ ۱۳ سالہ بانو اس پھول کی مانند تھی جسے شاخ سے توڑ کر شدید دھوپ میں رکھا جائے اور چند لمحوں میں اپنی آب و تاب کھو دیتی ہے۔ بانو ہسپتال سے فارغ ہو کر ایک مہاجر کیمپ منتقل ہو گئی تھی اور ایک چھوٹا اور بوسیدہ سا خیمہ اس کا مسکن بنا وہ بیساکھیوں کے سہارے پھرا کرتی تھی اور ہر روز افغانستان سے آنے والی راہ پر بیٹھ کر اپنے بھائی کا انتظار کیا کرتی تھی اور پھر تھک ہار کر واپس آجاتی تھی۔

ظریف اب کیپٹن ظریف بن چکا تھا۔ اس کی تربیتی کورس مکمل ہو چکی تھی۔ وہ آج واپس اپنے وطن افغانستان آ رہا تھا ایئرو فلوٹ کے جہاز میں بیٹھ کر اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے یہ جہاز فضا میں معلق ہو گیا ہو۔ ایک ایک لمحہ صدیوں کی شکل اختیار کر چکا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ کوئی سلیمانی ٹوپی پہن کر جلد سے جلد گاؤں پہنچے تاکہ اپنی ماں اور پیاری بہن بانو کو ایک خوشحال اور روشن مستقبل کی نوید دے سکے لیکن نہ تو رفتار کو اتنا بڑھایا جا سکتا تھا اور نہ فاصلوں کو اتنا کم کیا جا سکتا

تھا کہ وہ پلک جھپکنے میں گھر پہنچ جائے۔ لمحوں کی طوالت کو برداشت کرتے ہوئے وہ جب کابل ایئرپورٹ پر اترا۔ تو اسے ایک نامعلوم سی برتری کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے اردگرد دوڑتے ہوئے مزدوروں کو دیکھا۔ اُن کی غربت اُن کی ناتواں جسموں اور ہر ایک کی پیشانی پر چھلکتے ہوئے پسینے کو دیکھا تو اسے اپنا آپ برتر اور اعلیٰ محسوس ہونے لگا۔ کیونکہ ان بے چاروں کے مقابلے میں ظریف کا بھرا اور توانا جسم اور اس پر کیپٹن کی سجتی ہوئی وردی اور چوڑے کندھوں پر چمکتے ہوئے پھولوں سے واقعی وہ کسی اور سیارے کی مخلوق لگ رہے تھے۔ اور پھر کابل سے پانچ گھنٹے کی کربناک مسافت کے بعد کیپٹن ظریف پکی سڑک کے کنارے بس سے اترا۔ اور انجیر کے گھنے جنگل کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا کہ یہی جنگل اب ظریف اور اس کے گاؤں کے درمیان حائل تھا ظریف بغیر سوچے سمجھے ایک پگڈنڈی پر آگے بڑھا جو انجیر کے درختوں کے درمیان میں سے گزرتی ہوئی سیدھی اس کے گاؤں پر جا کر ختم ہوتی تھی آنکھوں میں دید کی ہزاروں حسرتیں لئے کیپٹن ظریف اپنی پیاری ماں اور اپنی پیاری بہن بانو کے بوسوں کا لمس اپنی پیشانی پر محسوس کرتا ہوا قدم قدم اپنے گاؤں کے قریب آ رہا تھا اور لمحہ لمحہ دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اور پھر چند لمحوں میں کیپٹن ظریف ایک جست لگا کر انجیر کی درختوں کی اوٹ سے نکل کر ایک چھوٹے سے کھردرے چٹان پر کھڑا تھا اور اپنے چھوٹے، مٹیالے لیکن حسین گاؤں کا نظارہ کرنے سے پہلے اس نے وارفتگی کی عالم میں اپنی پیاری بہن بانو کو آواز دینا چاہا اس نے منہ کھول کر زور سے با ۔۔۔۔ کہا اور پھر جیسے بجلی کوند گئی ہو وہ بجلی جس کی کڑک سن کر انسان چند لمحوں کے لئے ساکت ہو جاتا ہے اور اپنے تمام حواس کھو دیتا ہے۔

کیپٹن ظریف کا گاؤں جسے اس نے تمام سفر کے دوران خیالوں میں بسایا تھا اس کے سامنے ویران، مکمل ویران پڑا ہوا تھا، کوئی گھر، کوئی دالان کوئی چھت سلامت نہیں تھا۔ اس کے گھر کے آدھے آدھے دیوار یہ بتانے کے لئے کھڑے تھے کہ ظریف کو پتہ لگ سکے کہ یہ اس کا پیارا گھر ہے اور پھر ایک چھناکے کے ساتھ ظریف کے ہاتھوں سے چوڑیوں کا وہ گچھا گر پڑا۔ جو وہ بانو کے لئے خرید کر لایا تھا۔ اور اس چھناکے کے ساتھ ظریف جیسے چونک پڑا اور پلکیں جھکا کر چٹان پر چوڑیوں کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو کچھ اس طرح دیکھا جیسے اس کی تمام آرزوئیں تمنائیں اور حسرتیں بھی انہی چوڑیوں کی طرح ریزہ ریزہ ہو کر بکھر چکی ہوں ظریف اچانک اپنے گاؤں کی طرف دوڑ پڑا پسینے سے شرابور ظریف جب اپنے تباہ حال گھر کے سامنے پہنچا تو بالکل پاگلوں کی طرح چیخا۔

" امی جان میں آگیا ہوں "

" بانو میں آگیا ہوں "

اور نہ جانے وہ کتنی دیر تک اپنے آپ سے اور اپنے اردگرد سے بے خبر چیختا رہا۔ اس نے کندھے سے لٹکتا ہوا بیگ پھینک دیا۔ اپنا سر نوچا اور وحشت کے عالم میں کئی بار اپنے گھر کے دیواروں کی طرف دیکھا لیکن نہ تو اسے امی جان ملی اور نہ بانو۔ وہاں تو سب کچھ لٹ چکا تھا تباہ ہو چکا تھا۔

وہ تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ سوچ کی تمام حسیات نے دوبارہ کام شروع کر دیا اور سوچتے سوچتے اچانک اس کی نظر سامنے والی پہاڑ پر پڑی ظریف کو وہاں زندگی کی حرارتیں محسوس ہوتی نظر آئیں اور پھر اس نے تھکے ہارے مسافر کی طرح۔ ہاں اس مسافر کی طرح جو منزل پر پہنچ کر لٹ چکا ہو آہستہ آہستہ اس پہاڑ کی جانب بڑھنا شروع کیا۔ اب اس کی چال میں نہ وہ چستی تھی اور نہ وہ تکبر ایک ایک قدم اٹھاتے ہوئے اس کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کے پاؤں بھاری ہو گئے ہوں، دوسری طرف پہاڑ لمحہ بہ لمحہ بھاگتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ ظریف کو ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے صدیوں تک وہ یہ فاصلہ طے نہ کر سکے گا۔

لیکن آخر کار ہزار دقتوں کے بعد اس پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ اسے زندگی کی تلاش تھی۔ انسانوں کی تلاش تھی تاکہ اسے یہ بتا سکے کہ اس کے گاؤں کو کیا ہوا؟ بانو اور امی کہاں ہیں؟ لیکن اسے اُمید نہیں تھی کہ اسے یہاں ویرانے میں کوئی ذی روح شے مل سکے گی اور جب وہ درختوں کے ایک جھنڈ میں داخل ہوا تو چند قدم چلا ہی تھا کہ اسے اپنے پیچھے قدموں کی بہت باریک آہٹ محسوس ہوئی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو کلاشنکوف کی دو نالیوں نے اس کا استقبال کیا۔ یہ دو مجاہدین تھے جو ظریف کو روسی فوجی سمجھ کر گھات لگا کر بیٹھے تھے۔ کیونکہ ظریف ابھی تک فوجی وردی میں ملبوس تھا۔ ایک مجاہد نے بہت درشت لہجے میں پوچھا "کون ہو تم" ظریف ایک لمحے کے لئے تو سہم گیا لیکن

پھر اس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے جس نے مجاہدین کو اس کی نظروں سے اوجھل کر دیا اور پھر بہت رندھی ہوئی آواز میں کہا "ایک لٹا ہوا مسافر"۔ ہاں ایک مسافر جو منزل پر پہنچ کر لٹ گیا ہو ایک تنہا انسان جس کی اس کائنات میں کوئی نہیں۔ جو تھے وہ چھین لئے گئے ہیں۔ اور جسے یہ پتہ بھی نہ ہو کہ کس نے چھینے ہیں۔ ایک پیاسا راہی جو زندگی کی دشت میں ہر سراب کو پانی سمجھ کر اس کے پیچھے بھاگ رہا ہو لیکن میں تو ایک ایسا پیاسا مسافر ہوں جسے اب تک سراب بھی دکھائی نہ دیا۔ اور اُس سراب کے پیچھے یہاں تک آگیا ہوں۔" اور پھر ظریف خاموش ہوگیا اور چند لمحوں بعد خشک پتے کی مانند جھول کر زمین پر گر گیا۔

مجاہدین جو ابھی تک بندوق تانے کھڑے تھے بے تحاشا دوڑے اور ظریف کو اٹھایا اس کا منہ کھول کر اسے چھاگل سے پانی پلایا۔ لیکن باوجود انتہائی کوشش کے وہ ہوش میں نہ آسکا۔ ایک مجاہد نے کٹے ہوئے شاخ کی طرح اسے کندھے پر لادا اور اپنے ٹھکانے لے گئے۔

کیپٹن ظریف اپنی فوجی وردی میں ملبوس ایک سایہ دار درخت کے نیچے بے ہوش پڑا تھا اور دس پندرہ کے قریب مجاہدین اس کے ارد گرد بیٹھے اس کی حالت پر تبصرے کر رہے تھے ان مجاہدین میں زیادہ تر ظریف ہی کے گاؤں کے نوجوان تھے۔ جو اپنے اہل و عیال کو پاکستان بھیج کر خود ہتھیار اٹھا چکے تھے۔ کئی مجاہد ظریف کو ہوش میں لانے کی جدوجہد کر رہے تھے اور پھر چند لمحوں بعد اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول لیں اور اپنے ہی گاؤں کے نوجوانوں سے چار ہوئیں ظریف کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح اٹھا اور ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"ظریف کیسے ہو" ایک مجاہد نے پوچھا۔

اور ظریف نے بغیر کچھ کہے چہرہ گھما کر کچھ اس طرح اس مجاہد کو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ "میری اس بے بسی اور خستہ حالی کو دیکھ کر پھر بھی آپ پوچھ رہے ہیں کہ ظریف کیسے ہو۔"

ظریف کی خاموشی اور اس کی پلکوں سے ٹپ ٹپ گرتے ہوئے آنسوؤں کے قطروں سے مجاہد کو اندازہ ہوگیا۔ کہ بے چارے کا دل ٹوٹ گیا ہے اور خون بے انتہا دکھ اور غم کی وجہ سے سفید ہو کر آنکھوں کے راستے رس رہا ہے جسے روکنے پر ظریف قادر نہیں لیکن مجاہد نوجوان نے آہستہ سے بولنا شروع کیا۔

"ظریف بھائی میں آپ کے غم اور دکھ کو سمجھ رہا ہوں کہ ان لمحوں میں آپ کس کرب سے گزر رہے ہیں۔ کس ذہنی اذیت سے دوچار ہیں لیکن کاش یہاں ایک ظریف ہوتا جس کے ساتھ ہم اس کے دکھ بانٹ لیتے۔ ان ارد گرد بیٹھے نوجوانوں کو دیکھو۔ ہر ایک اپنے دل میں ایک دردناک داستان چھپائے بیٹھا ہے۔ ہر ایک انہی حالات سے دوچار ہوا ہے جس سے آپ گزر کے آئے ہیں۔ لیکن آہیں بھرنے اور آنسو بہانے کا وقت گزر چکا ہے۔ اب تو ہر ایک کے آنکھوں میں آنسوں کی بجائے خون اتر آیا ہے۔ جو دشمنوں پر صاعقہ بن کر کوندنے کے لئے بے تاب ہے بے قرار ہے، زندہ وہی قومیں رہتی ہیں جن میں تکلیفیں برداشت کرنے کی انتہائی قوت ہوا کرتی ہے۔ جنہیں گرم گرم لہو بہانے کا فن آتا ہو اور یاد رکھو خون بہنے سے کم نہیں ہوتا سرد ہونے سے کم ہو جاتا ہے۔ جب تک ہمارا لہو گرم ہوگا اور بہتا رہے گا اس وقت تک ہم آزاد رہیں گے اور جب سرد ہوا وہی لمحہ غلامی کا ہوگا۔ اگر آپ کو غلامی پسند ہے تو ہم آپ کو آنسو بہانے کے لئے اور آہیں بھرنے کے لئے کھلا چھوڑ دیتے ہیں اور اگر آزادی پسند ہے اور اپنی مرحوم اور مظلوم ماں کی روح کو تسکین دینا چاہتے ہو تو اٹھو یہ کلاشنکوف اٹھا لو اور سر بکف ہو کر میدان میں کود پڑو آزادی کے لئے، ماں کی روح کو تسکین دینے کے لئے اور اپنی بہن بانو کی اجڑی ہوئی زندگی آسودہ بنانے کے لئے۔"

ظریف مایوسی، ناامیدی اور بے بسی کی ایک ایسی تاریک غار میں بند تھا کہ ہر طرف اندھیرے چھائے ہوئے تھے کوئی روزن کھلتا ہوا نظر نہیں آرہا تھا کہ جس سے امید کی کرن در آئے اس اندھیرے میں وہ مجاہد کی آواز کچھ اس انداز سے سن رہا تھا کہ جیسے یہ اس کے اپنی ضمیر کی آواز ہو اور جب مجاہد کی باتیں ختم ہوئیں تو اس نے سر کو ایک بار جھٹکا پھر دوسری بار جھٹکا اور جب تیسری بار جھٹکا۔ تو اسے ہر طرف روشنی ہی روشنی پھیلتی ہوئی نظر آئی اور اس روشنی میں مجاہدین کے پرعزم چہرے جگمگا رہے تھے۔

اُس نے آہستہ آہستہ ہاتھ کلاشنکوف کی طرف بڑھا دیا اور

ایک جھٹکے کے ساتھ کلاشنکوف اُٹھالیا۔

"میرے بھائی آپ مجھے دو چیزوں کے متعلق بتائیں۔ ایک میری ماں اور بہن کے متعلق اور دوسرا اُن لوگوں کے متعلق جنہوں نے ہمارے خوبصورت گاؤں کو تباہ و برباد کیا۔" ظریف نے پوچھا۔

"ظریف بھائی آپ کی ماں کو تو ہم اپنے ہاتھوں سے گاؤں کے بائیں جانب واقع مقبرے میں اس بڑے چنار کے نیچے دفن کر چکے ہیں اُس کی قبر ابھی تازہ ہے۔ اور بانو کو ہم علاج کی خاطر پشاور بھیج چکے ہیں اس کے بعد کا علم ہمیں نہیں۔

اور جن لوگوں نے ہمارے گاؤں کو اجاڑا انہوں نے گاؤں سے تقریباً ۳ کلومیٹر پر ایک چوکی بنالی ہے۔ اور وہ اب وہاں مقیم ہیں مزید گاؤں اجاڑنے کے لئے۔ ہماری اطلاع کے مطابق ان میں تقریباً ۱۰۵ کے قریب روسی ہیں اور باقی ۲۵۰ کے قریب خلقی اور پرچمی ہیں، چوکی میں ۸ ٹینک اور چھوٹا بڑا بے شمار اسلحہ موجود ہے"

ایک مجاہد نے اسے بتایا۔

ظریف نے جب اپنی ماں کے قاتلوں کے متعلق سنا تو اس کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی اور ہاتھ میں پکڑے ہوئے کلاشنکوف پر اس کی گرفت مضبوط سے مضبوط ہوتی چلی گئی۔ ظریف ایک پیشہ ور فوجی تھا۔ اسے روسیوں کا ہر گر معلوم تھا۔ اُن کی ہر ادا سے واقف تھا۔ اس لئے چند گھنٹوں میں ظریف فوجی چوکی کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنا چکا تھا۔

روسی اپنی چوکی میں آرام کی نیند سو رہے تھے۔ گیٹ پر دو سپاہیوں کا پہرہ تھا۔ تقریباً ایک بجے ہانپتا کانپتا ایک کیپٹن گیٹ پر پہنچا۔ سپاہیوں نے دیکھتے ہی اپنی بندوقیں آنے والے بدحواس کیپٹن پر تان لیں۔ اور کیپٹن مشینی انداز میں ہاتھ اُٹھاتے ہوئے یوں گویا ہوئے۔

"دیکھو میرا نام کیپٹن ظریف ہے۔ میں ابھی ابھی روس سے ٹریننگ مکمل کرکے واپس آیا ہوں میری تقرری آپ ہی کی اس چوکی میں ہوتی ہے۔ میں اپنی تقرری کی کاغذات لے کر چار ساتھیوں سمیت ایک جیپ کے ذریعے آرہا تھا کہ راستے میں یہاں سے تین کلومیٹر دور ایک ویران گاؤں کے قریب اشرار نے حملہ کیا۔ میری جیپ تباہ ہو گئی کاغذات وغیرہ بھی جل گئے۔ دوساتھی وہیں مر گئے باقی کا جدھر منہ تھا ادھر بھاگا۔ اور میں چونکہ آپ تک پہنچنے کے لئے بریف کیا جا چکا تھا اس لئے اندازے سے چلتا ہوا آپ تک پہنچا ہوں اب آپ ایسا کریں کہ مجھے اپنے انچارج سے ملائیے؟

چند لمحے بعد ظریف کیپٹن ژوری کوف کے سامنے بیٹھے تھے۔ ہاں وہی ژوری کوف جس نے اس کے گاؤں کو تباہ اس کی ماں کو قتل اور بہن کو زخمی کر دیا تھا۔ وہ اٹھ کر ژوری کوف کا گلہ دبانا چاہتا تھا لیکن اس سے سارا منصوبہ خراب ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے ہر احساس اور جذبے کو اس نے دبائے رکھا اور بہت فنکارانہ انداز سے ژوری کوف کو اپنی کہانی سنائی۔

ژوری کوف ایسی خبریں سننے کا عادی نہ تھا۔ وہ مجاہدین کی اس جرأت کو اپنا توہین سمجھ رہا تھا اس لئے وہ سنتے ہی اچھل پڑا اور میز پر مکا مارتے ہوئے مجاہدین کو سبق سکھانے کا قسم کھا چکا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ بجے رات کیپٹن ژوری کوف تقریباً ۲۰۰ نفری اور ۶ ٹینکوں سمیت ظریف کے ویران گاؤں کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔

ژوری کوف جاتے وقت ظریف کو چوکی میں باقی فوج کا انچارج بنا چکا تھا۔ کیپٹن ظریف خوش تھا کہ سب کچھ منصوبے کے مطابق ہو رہا تھا اور دل میں دعائیں کر رہا تھا کہ باقی سب کچھ بھی منصوبے کے مطابق ہو جائے۔

ژوری کوف کے جانے کے بعد گیٹ کے دو چوکیداروں کے علاوہ باقی سب سپاہی اپنے اپنے بستروں میں گھس گئے تھے اور بے خبری کی نیند سو رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد ظریف اٹھا اور ایک کمرے کے اندر داخل ہوا۔ اس کمرے میں بارود رکھا گیا تھا۔ ظریف نے تقریباً آٹھ ٹائم بموں میں ڈیٹونیٹر نصب کرکے تقریباً دس دس سیکنڈ کا وقفہ رکھا اور پھر باہر نکل کر ژوری کوف کے کمرے میں تین بجے کا انتظار کرنے لگا۔ تین بجے سے کچھ دیر پہلے ژوری کوف دھاڑتا ہوا ظریف کے گاؤں پہنچا۔ ابھی وہ مجاہدین کی تلاش میں گاؤں کے اندر چند قدم چلا ہی تھا کہ پیچھے آنے والا ایک ٹینک مجاہدین کی بچھائی ہوئی بارودی سرنگ سے ٹکرا کر ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ تباہ ہوا اور جب ژوری کوف نے مڑ کر دیکھا تو دوسرا ٹینک بھی بھک سے اُڑ چکا تھا۔ اور پھر چاروں طرف سے جیسی قیامت ٹوٹ پڑی ہر طرف

سے ڈوری کوف مجاہدین کے نرغے میں آچکا تھا۔ اور تقریباً پندرہ منٹ میں معاملہ صاف ہو چکا تھا۔ مجاہدین تمام اسلحے پر قابض ہو چکے تھے اور ٹینکوں کو ناکارہ بنا چکے تھے اور اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ رہے تھے۔

ادھر جب چوکی میں تین بجنے میں ۱۰ منٹ رہ گئے تو ظریف کاندھے سے کلاشنکوف لٹکائے ٹہلتے ٹہلتے گیٹ پر آیا اور پہریداروں سے باتیں کرنے لگا۔ ٹھیک تین بجے ایک خوفناک دھماکہ ہوا جس سے تقریباً پوری چوکی لرز گئی۔ ظریف نے درشت لہجے میں چوکیداروں کو حکم دیا "بھاگو یہاں سے" اور پھر چوکیدار جوں ہی دوڑنے کے لئے مڑے ظریف نے کلاشنکوف کی نالی سیدھی کی اور ایک گرہ کے ساتھ دونوں کو ٹھنڈا کیا اور خود بھی باہر کی طرف دوڑا۔ گیٹ کے بالکل سامنے ایک درخت کی آڑ لے کر بیٹھ گیا۔

دھماکے مسلسل ہو رہے تھے اور سپاہی ہڑبڑا کر اٹھ رہے تھے کسی کو علم نہیں تھا کہ کیا ہوا۔ ہر شخص جان بچانے کے لئے دوسرے سے پہلے گیٹ کی جانب دوڑ رہا تھا اور گیٹ کے سامنے جھاڑیوں اور درختوں میں چھپے ہوئے مجاہدین کی سٹین گنیں انہیں چاٹ رہی تھیں، موت کی اس ایک گھنٹہ کی کھیل میں چوکی مکمل طور پر تباہ ہو چکی تھی اور اس میں رہنے والے تمام سپاہی موت کے آغوش میں جا چکے تھے جگہ جگہ اُن کی لاشیں بکھری پڑی تھیں

جب ظریف کو یقین ہو گیا کہ کوئی دشمن زندہ نہیں رہا تو وقفے سے فائر کر کے اپنے ساتھیوں کو جمع ہونے کا اشارہ دیا ساتھی چند منٹوں میں اس کے گرد جمع ہو چکے تھے اور اگلے حکم کے منتظر تھے۔ ظریف نے انہیں کہا کہ قلعے کے اندر جاؤ جتنا ہلکا اسلحہ ہے اسے اٹھاؤ اور بھاری اسلحے پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دو۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اور مجاہدین بے انتہا مال غنیمت اور فتح و کامرانی سے سرشار ظریف کے گاؤں کی طرف کیپٹن ڈوری کوف کا حال معلوم کرنے کے لئے بڑھنے لگے۔ جب وہ اپنے گاؤں کے قریب پہنچے تو اجالا پھیلنے لگا تھا اور دور سے اُنہیں ٹینکوں کے دو جلے ہوئے ہیولے نظر آئے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ منصوبہ سو فی صد کامیاب رہا۔ یہاں بھی دشمن کو نیست و نابود کیا جا چکا تھا۔ دشمنوں کی لاشیں دور دور تک پھیلی ہوئی پڑی تھیں۔ لیکن ان پر آنسو بہانے والا کوئی نہ تھا۔ افسوس کرنے والا کوئی نہ تھا۔ ہر شخص کو کیپٹن ڈوری کوف کی تلاش تھی جس کی سفاکی نے اُن کے سہانے خواب اُجاڑ دیئے تھے انتہائی تلاش کے بعد ڈوری کوف کی لاش مل گئی وہ ایک چھوٹے سے دیوار کے سائے میں اوندھے منہ پڑا تھا۔ اور اس کے سر سے بہتے ہوئے خون نے زمین کو دور دور تک سرخ کر دیا تھا۔ کلاشنکوف کی پوری باڑ اس کے سر میں اتر چکی تھی۔ ظریف نے اُسے کندھے سے پکڑ کر پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ تو اس کا منہ مکمل طور پر کھلا ہوا تھا کہ جیسے وہ خود اپنے حال پر نوحہ کناں ہو۔

کیپٹن ظریف تو پہلے اسے ٹکٹکی باندھ کے دیکھتا رہا۔ پھر جیسے بیخودی کے عالم میں کہا۔ " کاش تم لوگ دوستی میں مخلص ہوتے" اور ساتھ ہی مجاہدین کو اپنے خفیہ ٹھکانے پر چلے جانے کو کہا، خود دو مجاہدین کے ہمراہ اپنی شفیق والدہ کی قبر کی طرف چلا گیا۔ چنار کے گھنیرے درخت کے نیچے اپنی ماں کے قبر پر وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ آنسو چہرے پر سفید لکیروں کی مانند پھسل پھسل کر قبر کی مٹی میں جذب ہو رہے تھے جیسے کہ یہ آنسوں کے قطرے ابھی قبر میں محو خواب ظریف کی والدہ تک پہنچ کر بتا دے گی کہ ذرا پلکیں تو اٹھا۔ آپ کا عزیز بیٹا آیا ہوا ہے آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہے آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ کیا آپ اتنی بے رحم ماں ہیں۔ کیا آپ اتنی بے حس ماں ہے کہ ساتھ بیٹھے ہوئے ظریف کو اپنا چہرہ تک نہیں دکھائیں گی۔ وہ تو پیاسا ہے آپ کی دید کا۔ آپ سے باتیں کرنے کا۔ آپ کی دعاؤں کا۔

ظریف نے قبر پر آنسو بہائے۔ آہیں بھریں، منتیں کیں، ہچکیاں لیں۔ بار بار ماں کو آوازیں دیں کہ میں نے تیرے قاتلوں سے انتقام لے لیا ہے۔ آپ اب بولتی کیوں نہیں ہیں۔

مجاہدین نے اسے قبر سے اُٹھا کر اور دلاسہ دے کر اپنے ٹھکانے تک لے آیا۔

رات ظریف نے مجاہدین کے ساتھ خفیہ ٹھکانے پر گزاری اور صبح ہوتے ہی اپنی پیاری بہن کو تلاش کرنے پشاور کے لئے رخت سفر باندھا، موسم کی سختی اور راستے کی صعوبتوں کو برداشت کرتے

بہرحال جب ظریف نے تورخم کے قریب ایک ویران پہاڑ پر سرحد عبور کیا اور ذرا تیز چلتے ہوئے تورخم لنڈی کوتل روڈ تک پہنچا تو چند قدم پرے ایک بس سٹاپ پر چند افغان مہاجر کھڑے نظر آئے۔ آہستہ آہستہ ظریف ایک مہاجر کے قریب کھسک آیا اور بہت دھیمے لہجے میں کہا "السلام علیکم"

"وعلیکم السلام" مہاجر نے جواب دیا اور ساتھ ہی کہا "آپ کہاں جا رہے ہیں"

"میں جا نہیں رہا آ رہا ہوں۔ ظریف نے کہا۔

"کہاں سے"

"افغانستان سے"

"بالکل ابھی"

"ہاں بالکل ابھی"

"اچھا" اور پھر وہ مہاجر خاموش ہو گیا اور تھوڑا سا حیران بھی۔

"آپ مجھے کسی مہاجر کیمپ کا راستہ دکھائیں گے" ظریف نے اجنبیت کے پردے کو چاک کرتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں" مہاجر نے جواب دیا۔ دیکھو وہ سامنے جو چھوٹا سا پہاڑ ہے نا۔ اس طرف بالکل اس کے دامن میں ایک چھوٹا سا مہاجر کیمپ ہے۔ اس کیمپ پر آج صبح ہی صبح روسی جہازوں نے بمباری کی ہے زخمی تو کئی لوگ ہوئے ہیں لیکن مری صرف ایک لڑکی ہے بے چاری اس کی ایک ٹانگ پہلے ہی کٹ چکی تھی وہ بیساکھیوں کے سہارے چلا کرتی تھی اور روزانہ اس چھوٹے پہاڑ پر چڑھ کر گھنٹوں اس سڑک کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھا کرتی تھی کسی بھائی کا انتظار کرتی تھی۔ لوگوں نے اُسے سمجھانے کی ہزاروں کوششیں کی۔ لیکن وہ ہر ایک کو یہی جواب دیتی کہ میرا بھائی ضرور آئے گا۔ اور اسی راستے سے آئے گا اب سے دو گھنٹے بعد اس کا جنازہ ہے۔ چلو اچھا ہوا بے چاری کی جان چھوٹ گئی۔"

ظریف مسحور زدہ کھڑا یہ سب کچھ سن رہا تھا اور پھر جب مہاجر نے بات ختم کی تو وہ چونک سا گیا۔ اسے یوں لگا کہ جیسے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہا ہو۔ ظریف نے حواس کو سمیٹتے ہوئے کہا۔ "میں کتنی دیر میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں" مہاجر نے جواب دیا۔

اور پھر وہ تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا اس چھوٹے سے مہاجر کیمپ کی طرف جانے لگا۔ اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد جب وہ چھوٹے سے پہاڑی پر چڑھا تو پہاڑ کے دامن میں ایستادہ ایک بوسیدہ خیمے کے سامنے ایک چارپائی نظر آئی جس کے گرد ان گنت خواتین کھڑی بین کر رہی تھیں۔

وہ آہستہ آہستہ نیچے اُتر آیا۔ اور بوسیدہ خیمے سے دور کھڑے ہو کر ایک بوڑھی خاتون کو اشارے سے بلایا۔

"ماں جی۔ یہ جو لڑکی آج صبح شہید ہوئی ہے اس کا کیا نام ہے؟" ظریف نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"بانو۔ بیٹا"۔ بوڑھی عورت نے گلوگیر آواز میں کہا۔

ظریف کو جیسے کرنٹ لگ گیا ہو۔ اور بے اختیار منہ سے نکل گیا۔

"بانو"

ظریف جذبات کو قابو کرتے ہوئے بولا۔

"ماں جی۔ میں اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہوں۔ میں اپنی ایک بہن کو کافی عرصے سے تلاش کر رہا ہوں۔ اس کا نام بھی بانو تھا۔ کہیں یہ میری بہن بانو نہ ہو"

"کیوں نہیں بیٹا۔ آؤ میرے ساتھ"۔ بوڑھی عورت نے کہا۔

اور چند سیکنڈ میں عورتیں اِدھر اُدھر ہو کر ظریف چارپائی تک پہنچ چکا تھا۔

بانو کی لاش چارپائی پر پڑی ہوئی تھی۔ سفید چادر نے اس کا چہرہ ڈھانپا ہوا تھا۔ وہ اس بات سے بے نیاز بھی تھی اور بے خبر بھی۔ کہ اس کا پیارا بھائی ظریف اس کے سرہانے کھڑا ہے۔ اور چند لمحوں میں اس کے چہرے سے کفن کا سرا ہٹانے والا ہے۔ دید کی پیاس بجھانے کے لئے۔ ہاں دید کی پیاس بجھانے کے لئے۔

ظریف کا ہاتھ بہت آہستہ آہستہ کفن کا سرا بانو کے سر سے ہٹانے کے لئے بڑھ رہا تھا اور دل ہی دل میں یہ دعا کر رہا تھا۔ کہ خدا کرے یہ کوئی اور لڑکی ہو۔ اس کی پیاری بہن بانو نہ ہو۔ اور پھر ہاتھ کفن کے کونے تک پہنچ گیا۔ اس کا دل اس زور سے دھڑکا کہ جیسے کائنات کی تمام امیدیں اور نا امیدیاں اس کے چھوٹے سے دل میں سمٹ آئی ہوں۔ اور آپس میں

اس زور سے ٹکرائیں کہ دل کا ہر دھڑکن ریزہ ریزہ محسوس ہوا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے کفن کا پلّو ہٹا دیا۔ اور پھر اس کے منہ سے ایک دلدوز چیخ نکلی " با .... نو ....." اور پاگلوں کی طرح لاش سے لپٹ گیا۔

ہاں یہ اس کی پیاری بہن بانو تھی۔ وہ بہن جس کی بے لوث دعاؤں کے طفیل ظریف آج تک زندہ تھا۔ جس کی خوبصورت اور پیاری پیاری باتوں سے ظریف دل بہلایا کرتا تھا۔ جو ماسکو جاتے ہوئے اس نے اس کی پیشانی کا طویل بوسہ لیا تھا۔ اور واپسی پر اُس کے لئے چوڑیاں لایا تھا۔ جو چٹان پر گر کر ریزہ ریزہ ہوگئی تھیں آج اس پیاری بہن کی لاش اس کے سامنے پڑی ہوئی تھی بے حس، بے حرکت ہر مسکراہٹ سے بے نیاز۔ جذبات سے عاری اور بالکل خاموش۔ وہ بھائی کی آہٹوں کو بھی محسوس نہ کر سکی۔ بھائی کی آنکھوں سے بہتے ہوئے گرم گرم آنسو بھی اسے جگا نہ سکی اس کی آہیں اور فریادیں بھی اسے نہ منا سکیں۔ آج وہ ایسی روٹھی تھی کہ ظریف اسے منانے سے بے بس تھا۔ اس نے ہر طرح سے چاہا کہ بانو کو روکے لیکن نہ روک سکا۔ اور ٹھیک اپنے وقت پر جنازہ اٹھا۔ اور ظریف نے بوجھل قدموں کے ساتھ معصوم بہن کے جنازے کو کندھا دیا اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی بانو کو منوں مٹی تلے دفن کیا۔ اور وہ اس بھرے دنیا میں تنہا رہ گیا۔ بالکل تنہا۔ نہ کوئی تمنا ساتھ اور نہ کوئی آرزو۔

سب لوگ جا چکے تھے۔ اور ظریف تنہا اپنی بہن کی قبر سے ٹیک لگائے حال اور ماضی کے تصور میں کھو گیا۔

"میں، پیاسا تھا اپنی ماں کی دید کا۔ لیکن جب گھر پہنچا تو ماں مٹی تلے دفن ہو چکی تھی۔ وہاں سے پیاسا اٹھ کر اپنی بہن کے پاس آیا لیکن وہ بھی تو روٹھ چکی تھی اور میں اس مسافر کی طرح دید کا پیاسا رہا جو ہزار مصیبتوں کے بعد تشنگی بجھانے کے لئے کسی کنویں پر پہنچ جائے اور پانی لینے کے لئے ڈھول نیچے لٹکائے تو اس کو پتہ چلے کہ کنواں تو خشک ہے۔ پیاس بجھانے آیا تھا۔ ان دو مناظر نے میری پیاس کی شدت میں مزید اضافہ کر دیا ہے"

پھر وہ آہستہ سے اٹھا۔ بہن کو ہزاروں دعائیں دیں اور تھکے ماندے مسافر کی طرح کیمپ کی بجائے سرحد کا رخ کیا۔ اور چند گھنٹوں بعد ظریف ایک اونچے پہاڑی پر کھڑا ہندوکش کے سربفلک سلسلۂ کوہ کو دیکھ رہا تھا۔ اور خود کلامی کے انداز میں کہا:

"اے ہندوکش کے عظیم پہاڑو۔ زمانہ اس بات پر شاہد ہے کہ تیرے بیٹوں نے کبھی بھی ظالموں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ انہوں نے ہمیشہ موت کو غلامی پر ترجیح دی اور یہی وہ جذبہ ہے۔ کہ جس نے تیرے ہر دشمن کو رسوا کیا۔ اس روایت کو زندہ رکھتے ہوئے میں بھی آج تیری ہر وادی کو تیرے دشمنوں پر تنگ کر دوں گا۔ اور جو پیاس میں اپنی ماں کی ممتا اور اپنی پیاری بہن کی دعاؤں سے بجھانا چاہتا تھا آج اس پیاس کو میں غاصب روسیوں کے خون سے بجھاؤنگا۔

اور اے میری پاک دھرتی جب تو آزاد ہو جائے گی تو تیری مٹی پر ہونٹ رکھ کے میں ایک طویل بوسہ لوں گا۔ کہ تیری ہی اس پاک مٹی میں میری شفیق ماں اور پیاری بہن بانو کی دعائیں دفن ہیں۔ تجھ سے ممتا کی خوشبو آتی ہے"۔

اب ظریف خاموش ہو چکا تھا، اس کے اعصاب تن گئے۔ اور پھر ایک نئے حوصلے اور عزم کے ساتھ اُس نے ایک ہی جست میں پاکستان اور افغانستان کو جدا کرنے والی (Line) لکیر کو عبور کیا۔ اور دشمنوں کے لہو سے پیاس بجھانے کے لئے ہندوکش کے سربفلک پہاڑوں میں گم ہو چکا تھا۔

سمیع اللہ متہ مغل خیل

جہاد کشمیر اور افغان مجاہدین کا عزم

۱۳ / اپریل ۱۹۹۰ء کو ہیڈ کوارٹر حزب اسلامی افغانستان نصرت مینہ شمشتو (پشاور) میں مختلف محاذوں پر متعین بڑے بڑے اور اہم مجاہد کمانڈروں کے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں قائد مجاہدین برادر انجنیئر گل بدین حکمت یار نے اپنے خطاب کے دوران داخلی اور علاقائی مسائل پر اپنا نقطہ نظر واضح کرتے ہوئے ہندوستان کو متنبہ کیا کہ وہ "پاکستان کے خلاف کسی بھی جارحیت کی حماقت نہ کرے، ورنہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پاکستان پاکستانی بھائیوں کی طرح ہمارا بھی گھر ہے اسلام کا قلعہ ہے اور دنیا بھر کے مہاجرین اور مظلومین کا پناہ گاہ ہے۔ ہم پاکستان کو اپنے دیس کی طرح عزیز سمجھتے ہیں اور اپنا محفوظ ٹھکانہ تصوّر کرتے ہیں، اس گھر کی طرف جس نے بھی بُری نگاہ سے دیکھا ہم ان کی آنکھوں کو نکال باہر پھینک دیں گے۔ انہوں نے تمام کمانڈروں کے آگے مسئلہ کشمیر پر اپنا موقف ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ہم مجاہدین کشمیر کو کسی بھی حال میں تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔ کشمیری اور ہم ایک ہی منزل کے راہی ہے۔ ایک ہی کشتی کے مسافر ہیں، ہماری طرح کشمیری بھائی بھی مظلوم ہیں ہمیں اس کی بھرپور اور عملاً مدد کرنا ہوگا۔"

شمالی افغانستان میں حزب اسلامی کے مشہور و معروف مجاہد کمانڈر اور صوبہ تخار کے امیر جہاد برادر انجنیئر بشیر شہادت یار جو روسی مسلمانوں کے ساتھ آمو پار رابطوں میں مرکزی کردار ادا کر رہے ہیں انہوں نے مجاہدین کشمیر کے نام ایک پیغام میں کشمیریوں کو حوصلہ اور ولولہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ "خود کو اکیلے نہ سمجھیں۔ عالم اسلام اور خصوصاً افغان مجاہد ملت آپ کے ساتھ پوری ایمانداری کے ساتھ کھڑا ہے۔ آپ خود کو اتحاد و یکجہتی کے لڑی میں پرو دے۔ اسلامی طریقہ عمل اپنائے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کی روشنی میں اسلامی اصولوں پر چل کر آگے بڑھئے۔ انشاء اللہ فتح تمہاری ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ جس طرح روسی سامراج ہمارے قوت ایمانی اور اسلامی جذبوں کے آگے سرنگوں ہوگیا اسی طرح سومنات اور پانی پت کے بھگوڑے مکار ہندی سامراج بھی ایمان اور عقیدے کے سامنے گھٹنے ٹیک دیگا اور اگر اللہ نے چاہا تو بھارتی کُتے ذلیل ہوکر بھاگ جائیں گے۔

انجنیئر بشیر نے واضح کردیا کہ ہمارے جوانوں نے جس طرح اسلامی طریقہ جہاد پر اپنا مقدس اسلامی جدوجہد کو آگے بڑھایا اور اپنے راسخ الایمانی کے بل بوتے دنیا کے ایک بڑے استعماری قوت کا ناک ذلت و رسوائی کے خاک میں رگڑ دیا، اسی طرح آپ بھی جوش و جذبے کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے ساتھ اسلامی احکامات کے ساتھ اپنی اسلامی قیادت کے زیرنگرانی قدم بڑھائیے۔ انشاء اللہ کامیابی تمہاری قدم چومے گی۔"

جہاد کشمیر میں شرکت کی بے پناہ تڑپ رکھنے والے مجاہدین افغانستان کا جوش و جذبہ قابل دید ہے، جو وہ اپنے کشمیری بھائیوں کے لئے ہندی سامراج کے خلاف رکھتے ہیں، خصوصی طور پر حزب اسلامی افغانستان کے مجاہدین جہاد کشمیر میں شمولیت کے لئے کچھ زیادہ ہی تمنا اور خواہش رکھتے ہیں۔

افغانستان کے صوبہ ننگرہار میں غازی آباد کے مجاہد کمانڈر اور حزب اسلامی برادر جان ولی خان کے مطابق۔ مجاہدین افغانستان اپنے محاذوں پر شدید انتظار میں ہیں کہ انہیں کب جہاد کشمیر میں کودنے کا موقع نصیب ہوسکے گا۔ تمام مجاہدین اس حسین اور پُرسعادت لمحے کے منتظر ہیں، جس وقت انہیں جہاد کشمیر میں

چھلانگ لگانے کا سگنل موصول ہو جائے۔

کمانڈر جان ولی نے بتایا۔ ہم سرزمین کشمیر پر اپنی سروں، جانوں اور لہو کی قربانی دینے کے لئے بے چینی سے اُس خوشکن اور پُر مسرت لمحات کے منتظر ہیں۔ مجاہدین کشمیر خود کو تنہا نہ سمجھے۔ ہم سب اس کے ایک پکار پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔ بس ہماری دُعا ہے کہ رب ذوالجلال افغانستان اور فلسطین کے ساتھ ساتھ وادیٔ کشمیر کو بھی آزادی کا دلہن نصیب فرمائے۔ عروسِ حریت کی ہاتھوں کی مہندی خونِ شہداء سے ہوتی ہیں۔ ہم ببانگِ دہل یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم آزادیٔ کشمیر کے لئے اپنا خون بہادیں گے۔

جان ولی نے مزید کہا کہ اگر کشمیری غازیوں نے خود کو اتحاد و اتفاق کی حالت میں رکھا، سیکولر ذہنوں کے قیادت کو مسترد کر دیا۔ اور اسلامی قیادت میں اپنی اسلامی جدوجہد کو اسلامی طریقے پر آگے بڑھایا تو ہم انہیں ابھی سے کامیابی کے مبارکباد دیتے ہیں۔ انشاء اللہ آنے والا کل اسلام کا ہے۔

صوبہ کندوز میں حزب اسلامی کا کمانڈر اور حوزہ النصر کا امیر جہاد جناب الحاج حبیب اللہ صاحب نے جو دکشمیر پر اپنا موقف واضح کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایمان قوی ہو۔ عقیدہ مستحکم ہو۔ اور اتحاد و یک جہتی کی فضا موجود ہو اسلام کا متعین کردہ راستے پر منزل کی طرف خلوصِ دل سے پیش قدمی جاری ہو۔ پھر اس راہ میں آنے والی تمام شیطانی رکاوٹیں خس و خاشاک کی طرح ایک ہی ضرب مومن سے پانی بن کر بہہ جاتے ہیں، ہمارے کشمیری بھائی بھی ان اصولوں کو اپنائے اور اس راہِ عزیمت میں مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے پھلانگ لگائے، جوش اور ولولہ کو تازہ رکھے اسلامی قیادت پر متفق ہو جائے۔ پھر انشاء اللہ کامیابی یقینی ہے۔

حاجی حبیب اللہ نے کہا کہ ہم اس راہِ حریت میں ہر قدم پر ہر محاذ پر اپنے کشمیری بھائیوں کا حتی المقدور ساتھ دیتے رہیں گے۔ ہم دلی طور پر مجاہدین کشمیر کے ساتھ ہیں اور انشاء اللہ آخری سانس تک اپنی سروں اور مالوں کے قربانیوں کے نذرانے سرزمین کشمیر کے نذر کر دیں گے، انہوں نے واضح کیا کہ بھارتی کتوں کے خلاف مسلمانانِ کشمیر کی مدد ہمارا اسلامی فریضہ بن چکا ہے

یہی جذبات ـ یہی کیفیت اور یہی عزائم تمام افغان مجاہدین کے ہیں، جبکہ حزب اسلامی افغانستان کے تمام مجاہدین اور کمانڈران تو بڑے ذوق اور اشتیاق سے جہاد کشمیر میں عنقریب پر فخر محسوس کرتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں کہ انہیں جہاد کشمیر میں شرکت کرنے کے مواقع میسّر آجائیں۔

ان شیر دل کے آگے روسی قوت گیدڑ بن گیا۔ تو وہ بھگوڑے گیدڑ جو بہت پہلے سومنات اور پانی پت کے میدانوں سے دُم دبا کر بھاگنے کا سیاہ ترین تاریخ مرتب کی جا چکی ہو، جو گیدڑ ان شیروں کی دھاڑ سے بدحواس ہو جاتی ہیں وہی گیدڑ بھبھکیوں کے عادی بھارتی کتے اسلام کے شیروں کے آگے کسی بھی حالت میں ٹھہر نہیں سکتے یہ بھارتی کتے وہی بھگوڑے ہیں جو محمد بن قاسمؒ اور سلطان محمود غزنویؒ کے یلغار کی تاب نہ لاسکے، جو سلطان غوری اور امیر تیمور کے غلام بنے جو بابر سے شکست کھائے، جس نے پانی پت کے میدان کو چھوڑا۔ جو ۱۹۶۵ء میں تمام تر قوت کے باوجود شکست خوردہ بن گئے۔ جو اپنے دیس میں سکھوں کی مٹھی بھر قوت سے مسلسل مار کھا رہی ہوں۔ اور اب سرزمینِ کشمیر پر اس کی شامت آئی ہے۔ ہم حیران ہیں کہ یہ بدنام اور ذلیل ترین ماضی رکھنے والے بھارتی کتے کسی جرأت سے شاندار اور فاتحانہ ماضی اور حال رکھنے والے اسلام کے شیروں سے الجھنے کی حماقت کر رہا ہے۔

بھارتی کتوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمان جہاں بھی ہیں سب آپس میں متحد و متفق ہے، اگرچہ ہم میں بعض ضمیر فروش، مفتی سعید، فاروق عبداللہ، ڈاکٹر نجیب اللہ اور یاسر عرفات کے بھیس میں بدقسمتی سے میر جعفر اور میر صادق کی اولاد بھی موجود ہیں مگر سومنات کے پجاری جان لے۔ کہ اُمتِ مصطفےٰؐ میں ابھی محمد بن قاسمؒ موجود ہے، طارق بن زیادؒ کی صلاحیت موجود ہے خالدؓ بن ولید کی اولاد میں ان کی صفات پائی جاتی ہیں، محمود غزنویؒ کے جانشین تیار کھڑے ہیں۔ احمد شاہ ابدالی کے بیٹے جہاد کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ ہندی سامراج اس خوش فہمی میں نہ رہے کہ مسلمان آپس میں منتشر ہیں اپنی ذرائع ابلاغ سے مسلمانوں خصوصاً افغان مجاہدین اور پاکستانی سیاستدانوں کے بے اتفاقی کا پروپیگنڈہ کرنے

وسطِ ایشیا میں مسلمانوں کی جدوجہدِ آزادی

دریائے آمو ایک سال سے خاموش ہے گذشتہ سال ۱۵ فروری کو افغانستان سے روسی افواج کی واپسی کی تکمیل کے بعد سے اس کی فضاؤں میں توپوں کی گھن گرج اور بارود کی بو ضرور موجود نہیں ہے مگر ۶۰۰ فٹ چوڑا یہ دریا جو افغانستان اور روس کے درمیان ۱۰۵۰ میل لمبی قدرتی سرحد قائم کرتا ہے۔ آج کل بعض ایمان افروز سرگرمیوں کا مرکز بنا ہوا ہے افغان مجاہدین روسی وسط ایشیا کی جمہوریاؤں تاجکستان ازبکستان اور ترکمنستان میں دریائے آمو کے راستے بڑے پیمانے پر قرآن پاک کے نسخے۔ دینی کتب اور جہاد کی اہمیت پر مبنی تقاریر کے کیسٹ پہنچانے میں مصروف ہیں ۱۹۸۶ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران وہ صرف ایک ہزار قرآن پاک اور دینی کتب پہنچانے میں کامیاب ہوئے تھے مگر ۱۹۸۹ء میں تین ہزار کی تعداد میں نسخے پہنچائے گئے۔ آخری صحیفۂ آسمانی اور دوسری ایمان حرارت بخشنے والی کتب کے بڑے پیمانے پر مسلمان علاقوں میں "در رسد" پر روس سخت پریشان ہے اس نے دریائے آمو میں زیر آب سرنگوں کا جال بچھا دیا ہے اور مجاہدین کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کے لئے فوجی گشت اور چوکیوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ گذشتہ ماہ تاجکستان کے کے جی بی کے سربراہ نے "تاس" کو بتایا تھا کہ کے جی بی نے تاجکستان سے افغان مجاہدین کو گرفتار کیا ہے جو روسی تاجکوں کو روس کے خلاف زیر زمین سرگرمیوں پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے افغان مجاہدین کے ذرائع کے مطا[بق] روسی فوجوں نے درجنوں تاجکوں اور ازبکوں کو گرفتار کیا ہے جو دریا پار کر کے افغانستان جا رہے تھے مگر روس کی کڑی نگرانی کے باوجود دریائے آمو کے راستے افغان مجاہدین کی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہ "امر بالمعروف" کا فریضہ ادا کرنے کے لئے اپنی جانیں تک خطرے میں ڈال دینے کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ دینی کتب پلاسٹک میں لپیٹ کر اپنی کمر میں باندھ لیتے ہیں۔ پھر رات کی تاریکی میں ربڑ کی ٹیوبوں پر تیر کر دریا پار کرتے ہیں یا درخت کی ٹہنیوں اور گائے کی کھال سے کشتیاں بنا کر اس پر سفر کرتے ہیں۔ کنارے پر پہنچنے کا وقت پہلے ہی خفیہ طریقے سے بتا دیا جاتا ہے اور روسی مسلمان یہ دینی کتب اور قرآن پاک کے نسخے وصول کر لیتے ہیں جو تاجکستان، ازبکستان اور ترکمنستان کے ۱ کروڑ ۹۰ لاکھ مسلمانوں میں پھیلا دیئے جاتے ہیں۔ تاہم سخت نگرانی کے باعث اس کام کی رفتار سست ہے اور ۷۲ سال تک اشتراکی حکومت نے مسلمانوں کو مذہب و اقدار سے جس حد تک بے گانہ بنا دیا ہے اس کے بعد اسلام فہمی کی سطح بھی بہت کم ہے مگر اب سویا ہوا ایمانی جذبہ جاگ رہا ہے گذشتہ عرصے میں اس علاقے میں قرآن پاک کی طلب میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے اور کیونکہ خود روس میں قرآن پاک کے نسخے محدود پیمانے پر دستیاب ہیں لہٰذا یہ کمی افغان مجاہدین پوری کرنے میں مصروف ہیں۔

ازبکستان کے شہر سمرقند میں صرف ایک مسجد کھلی ہوئی ہے۔

جہاں عربی پڑھانا ممنوع ہے اور قرآن کا ترجمہ روس کی کسی بھی علاقائی زبان میں دستیاب نہیں ہے لہٰذا لوگ دینی ہدایات کے لئے ایرانی سعودی پاکستانی ریڈیو پر انحصار کر رہے ہیں اس صورت حال سے اندازہ ہوتا ہے کہ "اسلامی انقلاب" دریائے آمو کے راستے روسی وسط ایشیا میں داخل ہو چکا ہے اور اب یہ صرف وسط ایشیاء ہی تک محدود نہ رہے گا بلکہ روس کے ساڑھے پانچ کروڑ مسلمانوں کے دلوں کو بھی گرما دے گا۔ روس میں مسلمانوں کی آبادی دنیا کی پانچویں بڑی مسلم آبادی ہے۔ انڈونیشیا۔ پاکستان۔ بنگلہ دیش اور ہندوستان کے بعد) بعض اندازوں کے مطابق اس صدی کے اختتام تک روس میں مسلمان کل ملکی آبادی کا ایک چوتھائی ہو جائیں گے۔ افغان مجاہدین کے ایک کمانڈر کا کہنا ہے کہ "آذربائیجان" کے مقابلے میں یہاں انقلاب، آنے میں ابھی وقت ہے انقلاب اسی وقت برپا ہوتا ہے جب نظریات جڑیں پکڑتے ہیں۔ مگر وسط ایشیا میں انقلاب کی پہلی چنگاری بھڑک اٹھی ہے اور روسی مسلمان حکومت سے مذہبی، سیاسی اور معاشی آزادی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

تاجکستان میں بے چینی اور ہنگاموں کا آغاز آذربائیجان کے واقعات کے ایک ماہ بعد ہوا ہے تاجکستان کا دارالحکومت دوشنبہ ان سرگرمیوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ جمہوریہ تاجکستان کی آبادی ۵۱ لاکھ ہے یہاں کے تاجک باشندے ثقافتی و نسلی اعتبار سے ایران سے قرب رکھتے ہیں۔ مگر مذہبی اعتبار سے سنی ہیں دوشنبہ میں تاجک اس وقت مشتعل ہوگئے جب یہ خبر پھیلی کہ تقریباً ڈھائی ہزار آرمینی باشندوں کو تاجکستان لاکر بسایا گیا ہے اور انہیں حکومت نے بہترین اپارٹمنٹس الاٹ کئے ہیں۔ یہ آرمینی آذربائیجان اور آرمینیا کے درمیان خانہ جنگی کے بعد باکو سے یہاں لاکر بسائے گئے ہیں۔ دوشنبہ میں رہائشی مکانوں کی شدید قلت ہے اور تاجک آٹھ دس سال تک نئے اپارٹمنٹ کے لئے انتظار کرتے ہیں۔ پھر بھی ان کی باری نہیں آتی۔ غیر باشندوں کو فوقیت دینے پر تاجکی مشتعل ہوگئے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ جبر و گھٹن کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کے لئے انہیں جس موقع کا انتظار تھا وہ ان کے ہاتھ آگیا۔ مشتعل ہجوم نے کمیونسٹ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کی عمارت پر حملہ کردیا۔ شیشے توڑ ڈالے گئے اور عمارت کو آگ لگادی گئی دکانوں کی کھڑکیاں توڑ دی گئیں۔ پولیس نے تمام راستوں کی ناکہ بندی کردی اور شہر میں ہنگامی حالات کا اعلان کردیا گیا اور تشدد پر قابو پانے کے لئے رات کی تاریکی میں ٹینک اور فوج دوشنبہ میں داخل ہوگئے مگر عوام نے فوج اور ٹینکوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنا احتجاج جاری رکھا۔ وہ بدستور سڑکوں پر جمع رہے اور شہر فائرنگ کی آوازوں سے گونجتا رہا۔ بکتر بند گاڑیوں نے کمیونسٹ پارٹی کی عمارت کو گھیرے میں لے لیا پہلے دن کے ہنگاموں میں ۲۰ افراد ہلاک اور ۷۰ زخمی ہوئے ہنگاموں کے آغاز کے ساتھ ہی دوشنبہ غیر ملکیوں کے لئے بند کردیا گیا۔ مگر امریکی جریدے ٹائم کا نمائندہ اور اس کی خاتون فوٹوگرافر کسی دوسری اسٹوری کی تیاری کے سلسلے میں پہلے ہی سے دوشنبہ میں موجود تھے لہٰذا وہ واحد غیر ملکی نامہ نگار تھے جنہیں تاجکستان کے ہنگاموں کا براہ راست مشاہدے کا موقع ملا۔ اس نے اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ میں نے ایک فوجی کی ڈھال پر خون کے دھبے دیکھے تھے جسے فوجی ہرمنٹ سے کھرچ کر مٹانے میں مصروف تھا۔ تاجکوں نے مذکورہ نامہ نگار کو پولیس اور فوج کی زیادتیوں سے آگاہ کیا اور اسے ہسپتال لے جاکر اپنے ساتھیوں کی لاشیں دکھائیں صحافی کا کہنا ہے کہ مختلف وارڈوں میں جگہ جگہ نوجوانوں کے جسم میں گولیاں پیوست تھیں۔ کچھ بے ہوش تھے اور کچھ درد سے چلا رہے تھے۔ جب ایک ڈاکٹر نے صحافی کو بتایا کہ کل ہسپتال میں دو آدمی مردہ اور ۱۹ زخمی حالت میں لائے گئے تو ایک غصیلے نوجوان نے چلا کر کہا یہ ڈاکٹر جھوٹ بولتا ہے مرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مغربی صحافی نے دیکھا کہ ہجوم نے ایک کار روک کر اس میں سوار دو روسی صحافیوں کی پٹائی کی اور انہیں بھاگ کر اپنی جان بچانا پڑی۔ دوشنبہ کے مرکزی اسکوائر پر عوام کا بہت بڑا اجتماع ہوا۔ اور عوامی ردعمل سے بچنے کے لئے فوج کو اسکوائر خالی کرنا پڑا اجتماع سے تحریک کی قیادت کرنے والی ۱۳ رکنی کمیٹی کے ارکان نے خطاب کیا جو ایک فوجی ٹینک پر چڑھے ہوئے تھے۔

ایک مقرر نے مقامی کمیونسٹ حکومت سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا دوسرے مقرر نے سور کے گوشت کی کھلے عام فروخت پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا۔ ایک رہنما نے عوام پر گولیاں چلانے والے فوجیوں اور ملائیشیا کے خلاف کاروائی کا مطالبہ کیا۔ صحافی کا کہنا ہے کہ ابھی جلسہ جاری تھا کہ ایک عالم دین مائیکروفون پر آیا اور اس نے اذان دینی شروع کردی۔ اللّٰہ اکبر! اللّٰہ اکبر! اللّٰہ اکبر۔ صحافی کے بقول یوں لگتا تھا کہ کسی نے ہجوم پر جادو کردیا ہو۔ مجمع نے جلدی جلدی اپنی صفیں درست کیں اور نماز شروع کرنے کے لئے ہاتھ بلند کرلیئے روسی انہیں حیرت سے تک رہے تھے پھر وہ ایک ایک کرکے اپنی بالکونیاں سے غائب ہوگئے۔ امام کی بلند آواز کے سوا پورے مجمع پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ نماز کے بعد شہید ہونے والوں کے لئے فاتحہ پڑھی گئی۔ یہ سارا عمل تین منٹ میں مکمل ہوگیا اور جلسہ دوبارہ شروع کردیا گیا مغربی نامہ نگار کا کہنا ہے کہ نماز و دعا کے اس عمل نے ماحول میں ایک عجیب سی جرات مندی پیدا کردی تھی اور تاجک بے خوفی سے مقامی کمیونسٹ پارٹی کے سربراہ کا نام لے کر اس کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔ تاجکستان میں شرح پیدائش پورے روس میں سب سے زیادہ ہے مگر یہاں کی معاشی حالت سب سے زیادہ پسماندہ ہے ۲۰ لاکھ افراد بے روزگار ہیں لہٰذا مقامی کمیونسٹ قیادت نے موجودہ تحریک کو خالص معاشی رنگ دینے کی کوشش کی ہے پیراودا کے ایک صحافی نے ٹائم کے نامہ نگار سے کہا یہ معاشی مطالبات

احمقانہ ہیں۔ تاجک کس طرح معاشی آزادی کا مطالبہ کرسکتے ہیں جبکہ ان کی درآمدات برآمدات سے ۱۰ لاکھ روبل زیادہ ہیں۔ مذہب صرف ایک بہانہ ہے۔ نوجوان ملاؤں کی آواز پر کان نہیں دھرتے۔ مگر طی ام کے نامہ نگار کا کہنا ہے کہ اس کو کئی تاجک نوجوان ملے جنہوں نے کہا کہ وہ اسلام کو اپنی جمہوریہ کا سرکاری مذہب بنانا چاہیئے انہوں نے افغانستان کے ساتھ تاجکستان کی سرحد کھولنے کی خواہش کا بھی اظہار کیا بعض نوجوانوں نے روس سے مکمل آزادی کا عزم بھی ظاہر کیا نامہ نگار نے کہا کہ موجودہ تحریک کو منظم کرنے والی انتظامی کمیٹی کے بیشتر ارکان کی سیاہ داڑھیاں تھیں اور وہ بڑے جذباتی نظر آرہے تھے۔ تاجک آج بھی اپنی خواتین کو اسکرٹ پہننے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ مشرقی لباس پہناتے ہیں مذکورہ صحافی ابھی مزید حالات کا مشاہدہ کرنا چاہتا تھا مگر سوویت وزارت خارجہ کی طرف سے اسے فوری طور پر دوشنبہ چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا دیک مغربی صحافی کی یہ تفصیلی چشم دید رپورٹ وسط ایشیا میں جاری تحریک آزادی کے حقیقی خدوخال سمجھنے میں مدد دیتی ہے اس تحریک کے نتیجے میں جس میں ۴۵ سے زائد افراد ہلاک ہو چکے ہیں تاجکستان کمیونسٹ پارٹی کے سربراہ جمہوریہ کے وزیراعظم اور صدر استعفیٰ دے چکے ہیں اور اب یہ لہر دوسری جمہوریاؤں کو بھی متاثر کر رہی ہے۔

ان سطور کے لکھے جانے تک تاجکستان کی پڑوسی جمہوریاؤں ازبکستان اور کرغزیہ میں بھی ہنگامے پھوٹ پڑے ہیں۔ ازبکستان کے تاریخی شہر سمرقند اور کرغزیہ کے دارالحکومت فرونزے اس بے چینی کے بڑے مراکز ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ سمرقند میں کرفیو لگا دیا گیا ہے تاشقند ریڈیو کے مطابق سمرقند میں بھی روسی فوج بھیج دی گئی ہے اب تک ان ہنگاموں کی تفصیلات منظر عام پر نہیں آئی ہیں۔ تاہم گذشتہ سال بھی ازبکستان میں بدترین نسلی فسادات ہو چکے ہیں یہ فسادات مقامی ازبک اکثریت اور مسختینی اقلیت کے درمیان ہوئے تھے مگران ہنگاموں کا مرکز ازبکستان کے دارالحکومت تاشقند سے ۱۵۰ میل جنوب مشرق میں واقع شہر فرغانہ تھا جس کی آبادی کم و بیش ۲ لاکھ ہے اور اس میں دونوں نسلوں کے لوگ آباد ہیں۔ مسختیوں کو جوزف اسٹالن نے ۱۹۴۴ء میں جارجیا سے بیدخل کر دیا تھا اور وہ ازبکستان میں آکر آباد ہو گئے تھے مگر ازبکوں نے کبھی بھی ان کو خوش دلی سے قبول نہیں کیا تھا اب گلاسنوسٹ کی کھلی فضاء میں یہ رقابتیں دوبارہ عود کر آئی ہیں۔ خانہ جنگی کے دوران فرغانہ میں مسختیوں کا قتل عام کیا گیا۔ ماسکو سے تشدد پر قابو پانے کیلئے ۹ ہزار فوج فرغانہ پہنچائی گئی اس کے بعد فرغانہ سے ۴۰ میل مغرب میں قوقند شہر میں بھی فسادات ہوئے۔ خودکار ہتھیاروں سے مسلح افراد نے سرکاری عمارتوں اور ریلوے لائنوں پر حملے کئے۔ ان ہنگاموں میں ۱۰۰ سے زائد افراد ہلاک اور ایک ہزار زخمی ہو گئے۔ چار ہزار مکانات آٹھ فیکٹریاں اور چھ اسکولوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ گیارہ ہزار مسختیوں کو پناہ گزین کیمپوں میں منتقل کرنا پڑا۔

سوویت وسط ایشیاء میں اسلامی بیداری اور جبر کے خلاف موجودہ تحریک کی اہمیت وہی لوگ زیادہ احسن طریقے سے سمجھ سکتے ہیں جنہیں وسط ایشیاء کے تاریخی اسلامی پس منظر سے آگہی حاصل ہو۔ اور وہ جانتے ہوں کہ ماضی میں روس کی حکومتوں نے مسلمانوں کا اسلامی تشخص برباد کرنے کے لئے کیا کیا ہتھکنڈے اختیار کئے۔ لہٰذا یہاں اختصار کے ساتھ اس منظر کا تذکرہ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

مسلمان سب سے پہلے خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کے عہد میں وسط ایشیا میں داخل ہوئے تاہم اس علاقے میں اسلام کی حقیقی پیش قدمی کا آغاز ولید بن عبد الملک کے عہد حکومت میں ہوا۔ ۷۲۴ء میں مسلمان افواج اس علاقے میں بڑھتی چلی گئیں اور دس سال کی مدت میں پورا مغربی ترکستان فتح ہو گیا۔ جس پر عربوں نے ۱۷۵ سال تک حکمرانی کی۔ پھر سامانیوں سلجوقیوں۔ خوارزمیوں نے پانچ سو سال تک اس علاقے پر حکومت کی۔ اس دوران ترکستان نے ملت اسلامیہ کی دینی و سیاسی تاریخ میں عظیم الشان کردار ادا کیا۔ ساتویں صدی ہجری یعنی چودہویں صدی عیسوی میں عالم اسلام اخلاقی و معاشرتی برائیوں کا شکار ہو چکا تھا۔ جب تاتاریوں کا سیلاب امنڈا تو سب سے پہلے وسط ایشیاء ہی اس کا شکار ہوا۔ اگلے ۱۴۰ سال تک ترکستان اور وسط ایشیاء منگولوں کی آماجگاہ بنا۔ وقت کے ساتھ ساتھ روس کی قوت میں اضافہ اور مسلمانوں کی قوت زوال پذیر ہوتی چلی گئی۔ سب سے پہلے قازق سرنگوں ہوا۔ ۱۸۶۷ء میں بخارا پر روسیوں کا قبضہ ہو گیا ۱۹۷۳ء میں خیوا نے دم توڑ دیا اور ۱۸۷۵ء میں روسی فرغانہ پر چڑھ دوڑے اور ایک زبردست جنگ کے بعد ترکستان میں ملت اسلامیہ کا ایک آخری

مضبوط حصار بھی سرنگوں ہوگیا۔ روسی زار نے قازق اور فرغانہ کو زیر دست اپنا صوبہ بنا لیا۔ جبکہ ہنوز اور جنیوا کی ریاستیں برائے نام باقی رکھی گئیں۔

روسی زار نے ان علاقوں پر مسلط ہونے کے بعد پہلے تو قتل عام کیا اور لاکھوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور لاکھوں کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا ان کی جگہ خاص روس اور مقبوضہ یورپی علاقوں سے نو آباد کار لا کر بسائے گئے۔ ان آباد کاروں نے مسلمان مالکان سے ان کی زمینیں چھین لیں۔ ریشم کی صنعت اور معدنیات کی کانوں پر قبضہ جما لیا۔ ترکوں سے بیگار لی جاتی اور ان کی اجرت روسی خود ہضم کر جاتے۔ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے مشنریوں کا جال بچھایا گیا اور تحریص و ترغیب کے ساتھ ظلم و ستم کے تمام ممکن ہتھکنڈے اپنائے گئے۔ روسی زاروں نے بے شمار مساجد مدرسے اور اوقاف مسمار کر دیئے گئے۔ روسیوں کا دور استبداد ۴۲ سالوں پر محیط رہا۔ اس عرصے میں مسلمانوں نے پندرہ بڑی بغاوتیں کیں۔ اگرچہ یہ تمام ناکام بنا دی گئیں مگر مسلمانوں کا جذبہ آزادی اور دلوں کی آگ سرد نہ ہو سکی اور خاکستر میں دبی ہوئی چنگاریوں کی طرح دوبارہ بھڑک اٹھنے کی منتظر رہی۔ ۱۹۱۷ء میں جب زار شاہی کا تختہ الٹا تو مسلمانوں کو یہ موقع مل گیا اور انہوں نے روس کا سامراجی جوا اتار پھینکا اور اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ مگر یہ آزادی شعلہ مستعجل ثابت ہوئی۔ آزاد مملکتیں اپنا وجود تسلیم کروانے کے لئے کرنسی کی عبوری حکومت سے گفت و شنید کر رہی تھیں کہ لینن کی قیادت مونا مینی سوشلسٹوں نے اس کا تختہ الٹ دیا۔ انقلاب برپا ہوتے ہی خانہ جنگی چھڑ گئی۔ زار کی حامی سفید فوجیں سرخ فوجوں سے جنگ آزما تھیں۔ کئی محاذوں پر سرخ افواج بری طرح شکست کھا رہی تھیں لہٰذا انہوں نے روس کے محکوم مسلمانوں کی ہمدردی جیتنے کے لئے اعلان کیا کہ مسلمانوں کو حق خود اختیاری اور آزادی دے دی جائے گی۔ مسلمانوں کی بھاری اکثریت ان کے دام فریب میں آگئی۔ مگر جوں ہی سفید فوج کی قوت مزاحمت کمزور پڑی اور سوشلسٹوں کے پاؤں مضبوطی سے جمے تو انہوں نے اپنے وعدے کو بالائے طاق رکھ دیا اور سرخ افواج نو آزاد مملکتوں پر چڑھ دوڑیں اور انہیں ایک ایک کر کے نگل گئیں سوشلسٹ انقلاب نے مسلمانوں کی دینی و ملی بنیادیں ڈھا کر قومیت

کی نئی بنیادیں کھڑی کرنے کی کوشش کی۔ اس کی خاطر سرحدوں کو از سر نو متعین کیا گیا۔ اور مختلف علاقوں کو تہذیبی اور نسلی بنیادوں پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا اور ان کے اندر لسانی و قبائلی عصبیت پیدا کی گئی۔ وسط ایشیاء کی زبان اور تہذیب و ثقافت بنیادی طور پر مشترک تھی۔ کمیونسٹوں نے یہ وحدت ختم کرنے کے لئے پورے علاقے کو پانچ جمہوریاں میں تقسیم کر دیا۔ ۱۹۲۷ء میں بخارا میں برقعوں کا ڈھیر لگا کر سر عام نذر آتش کیا گیا۔ مسجدوں میں نماز پڑھنے اور مردوں کو اسلامی طریقے پر دفنانے پر سزائیں دی گئیں۔ شرعی عدالتیں اور اوقاف ختم کر دیئے گئے۔ وسط ایشیاء کے ۷ ہزار مکاتب مسمار کر ڈالے گئے اور بعض مقامات پر انہیں چوپالوں اور مویشیوں کے احاطوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہی حال مساجد کا ہوا۔ نکاح۔ بچے کے کان میں اذان۔ عقیقہ۔ ختنہ۔ عید البقر۔ عید کے اجتماعات پر پابندی لگا دی گئی۔ بڑے بڑے علماء کو تختہ دار پر لٹکا یا گیا۔ ۱۹۴۰ء تک ۵۰ ہزار علماء کمیونسٹوں کی دہشت گردی کا شکار ہوئے۔ عربی رسم الخط کو ختم کر کے پہلے لاطینی اور پھر رسم الخط رائج کیا گیا تاکہ مسلمانوں کا قرآن و حدیث دینی کتب اور دوسری مسلمان اقوام سے رشتہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے ۱۹۲۶ء میں وسط ایشیاء کی پانچ جمہوریاؤں میں مسلمانوں کی آبادی ۷۸ فیصد تھی جو ۱۹۶۵ء میں بڑھنے کے بجائے کم ہو کر صرف ۵۵ فیصد رہ گئی۔

افغان مجاہدین کی شاندار جدوجہد کی بدولت اشتراکی ممالک میں آزادی کی لہر

سردار اسلم خان جھمند حریت پسند، مجاہد اسلام، آزاد قبائل نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ جو قوم قربانی دی سکتی ہیں وہ زندہ رہتی ہیں، قومیں سچائی کی خاطر لڑتی ہیں. بلکہ آزادی کے لئے مالی وجانی قربانیاں دینی پڑتی ہیں، مصیبتیں بسر کرنے کا نام زندگی ہے افغانستان آزادی کی دلہن ہے جو جہیز میں خون مانگتی ہے، افغانستان کی آزادی کا راز مسلح جدوجہد میں مضمر ہے، انہوں نے کہا کہ اب عرصہ بارہ سال سے افغانستان میں افغان قوم نے آزادی کی انگڑائی لینی شروع کی ہے افغانستان میں جو آزادی کی چنگاری ہے یہ گزشتہ ۱۲ سال سے سلگ رہی ہے. اب اس چنگاری کی آگ آتش فشاں بن چکی ہے. جو کسی بھی وقت یہ لاوا ابل کر پورے سوویت یونین روس کو اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے جس کے سامنے روس کی پوری حکومت بالکل بے بس ہے، انہوں نے کہا کہ وہ سیانے کہتے ہیں، جیسا کرو گے، ویسا بھرو گے، انہوں نے پھر کہا کہ افغان مجاہدین کی سرفروشانہ جدوجہد کو تشدد سے ختم نہیں کیا جا سکتا، ہمیشہ ظلم کرنے والے سے، ظلم سہنے والا زیادہ طاقتور ہوتا ہے، انہوں نے کہا کہ دنیا کی تاریخ ہی گواہ ہے کہ کسی بھی قوم کو کبھی آزادی زبانی مانگنے ومنت سماجت، جلسوں و جلوسوں اور مذمت کرنے سے نہیں ملتی ہے بلکہ آزادی لہو مانگتی ہے" زبانی مذمت کرنے کی بجائے، اس کی اچھی طرح مرمت کرنی پڑتی ہے. اور ایسی مرمت کرنی چاہیئے کہ اس کا کچومر نکل آئے. تو اس صورت میں دنیا کی کوئی طاقت ان کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتی. گیارہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے کہ افغان قوم مسلسل قربانیاں دے کر روسی اور نجیب اللہ کے فوجوں کے سامنے سینہ سپر ہیں، حالانکہ روس اور نجیب اللہ کٹھ پتلی حکمران اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں، کہ افغان قوم کی قربانیوں سے تاریخ بھری پڑی ہے اور یہ قوم صدیوں سے قربانیاں دیتے چلے آ رہے ہیں افغان عوام مسلمان قربانیوں سے گھبرانے والے نہیں ہیں. بلکہ اللہ کے راستے میں جہاد سے محبت کرنے والے ہیں، روسی حکمران اور کٹھ پتلی نجیب اللہ کے لئے اب بھی وقت ہے کہ وہ چاؤسسکو کے انجام عبرت سے سبق سیکھیں ورنہ ان کا انجام چاؤسسکو سے بھی کہیں بدتر ہوگا. حقیقت میں افغان مجاہدین کے جذبہ آزادی کے سامنے غیر مسلم اور اس کے پٹھو بند نہیں باندھ سکتے، حقیقت میں آزادی دنیا کی سب سے قیمتی شے ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ انسان نے ہر دور میں اسے حاصل کرنے کے لئے بڑی سے بڑی قیمت ادا کی ہے، اس وقت آزادی کی لہر دنیا کے ممالک کو یکے بعد دیگرے اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے، آزادی کے متوالے جان و مال کے نذرانے پیش کر رہے. مطلق العنان حکومتوں کے ایوان لرزاں ہیں آمر و جابر حکمران راہ فرار اختیار کر رہے ہیں، اور عوام کا سیلاب اپنے حقوق کے حصول کے لئے بڑھتا جا رہا ہے، ہر بند کو توڑ رہا ہے، اشتراکی ممالک میں عوامی بیداری کا سیلاب بیجنگ کے تیانامن چوک سے شروع ہوا اور دیوار برلن کو ڈھاتا ہوا وارسا، بوڈاپسٹ، پراگ، اور رومانیہ تک پہنچ گیا.

روس میں جارجیا، آرمینیا، آذربائیجان، اور یوکرین کو تہہ و بالا کر گیا، اس کے برعکس کمیونسٹ ممالک میں ترقی و خوشحالی کی جنت کا خواب دیکھنے والوں کے خیالی محلات منہدم ہو گئے، عوام میں سیاسی بیداری کی لہر دوڑ گئی. یہ دراصل افغانستان میں افغان مجاہدین کی شاندار جدوجہد کی بدولت اشتراکی ممالک میں آزادی کی یہ لہر دوڑ گئی ہے، تاریخ ہی گواہ ہے کہ افغان قوم نے کسی جبر و تشدد کے سامنے اپنے سر نہیں جھکایا. بلکہ ہر ظلم و تشدد کے سامنے اپنے سر جھکانے کے

بجائے سر کٹانے میں فخر محسوس کیا، ماضی کے سکندر اعظم و چنگیز خان اور انگریزوں نے بھی افغانوں کے جذبہ آزادی کو دبانے کے لئے اُن پر ظلم کی انتہا کی تھی۔ لیکن وہ سب کے سب اپنے ناپاک عزائم میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکے اور وہ بھی میدان جنگ میں افغانوں سے شکست کھا کر پسپا ہو گئے تھے، کیونکہ افغان قوم نے کبھی بھی کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ حالانکہ سکندر اعظم، چنگیز خان اور انگریز حکمرانوں نے اپنی حکومت کی بنیاد ہی تمام ظلم و تشدد پر رکھی تھی ہمیشہ روز ازل سے افغان حریت پسندوں نے خون دے کر جس شمع آزادی کو جلایا تھا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اس شمع کو نجیب اللہ جیسے کئی خلقی و پرچمی راجے اپنے کسی بھی ظلم یا تشدد سے بجھا نہیں سکیں گے۔ کیونکہ ہر دور میں افغان مجاہدین نے شدت سے قربانیاں دیں اور اپنا خون دے کر آزادی کی اس شمع کو روشن رکھا اور آخر کار بلکہ عنقریب افغان حریت پسندوں کی قربانیاں رنگ لائیں گی، اور شہیدوں کے خون نے اپنا رنگ دکھانا شروع کیا ہے، شروع ہی میں افغان مجاہدین کے پاس نہ تو جدید اسلحہ تھا نہ ہی منظم فوج تھی اور جو فوج سردار داؤد شاہ کی تھی، اُس کا کمانڈر انچیف قادر تھا اور وہ افغان عوام کو قتل کرنے پر تلا ہوا تھا۔ ہر طرف ہر شہر میں ہر قصبے میں خون کی ندیاں بہائی جا رہی تھیں، تو یہ ظلم دیکھ کر افغانستان کے عوام غم زدہ ہو گئے اور کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ بے غیرتی کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد غیرتی تھے اور انہوں نے کبھی کفر کو قبول نہیں کیا آخر ہم بھی اُن غیرت مند افغانوں کی اولاد ہیں، اُس وقت ادھر اُدھر سے تھوڑے تھوڑے تعداد میں غیر مسلح مجاہدین نمودار ہونے لگے، کسی ایک کے پاس پُرانی بندوق ہوتی تھی، مگر اُن کے دل میں جذبہ شہادت کی حسرت تھی، جو موجیں مار رہی تھیں۔ لہٰذا یہ مجاہدین بیابانوں، میدانوں اور پہاڑوں میں دشمن پر ببر شیر کی طرح جھپٹتے اور اُن کو ہرن کی طرح شکار کرتے تھے آہستہ آہستہ افغان مجاہدین جمع ہوتے گئے اور وہ پھیلتے پھیلتے تمام افغانستان پر چھا گئے اور روس کی منظم فوجوں کو شکست دے کر اُسے افغانستان سے بھگانے میں کامیاب ہو گئے، حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں افغان قوم کو ایسے فرزندوں سے نوازا ہے جنہوں نے نہ تو کسی ظلم کے آگے اپنے سر جھکائے اور نہ ہی شمع آزادی کو ماند پڑنے دیا، بلکہ سر کٹا کر اپنے خون سے اس چراغ کو جلا بخشی، اب جلد ہی انشاءاللہ افغان شہداء کی قربانیاں رنگ لا رہی ہیں اور وہ وقت بہت ہی قریب سے قریب تر آ رہا ہے کہ جس وقت افغان قوم اپنی ہی سرزمین پر آزادی کا سانس لیں گے۔ اور افغان قوم کی آزادی کا سورج طلوع ہوگا۔ اس کے بعد کوئی ظاہر شاہ یا نور محمد ترہ کئی یا حفیظ اللہ امین یا ببرک کارمل یا برزنیف اور گورباچوف اپنے ظلموں کو ڈاکٹر نجیب اللہ جیسے بدنام ظالم، سنگدل اور وحشی لوگوں کے ذریعے افغانستان پر آزما نہ سکیں گے بلکہ افغان عوام اب جلد ہی اپنی ہی سرزمین پر سکھ اور چین سے جئیں گے انہوں نے کہا کہ ماضی قریب سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ امریکہ کو ویتنام میں عبرتناک شکست ہوئی۔ اور روس کو افغانستان میں شرمناک شکست ہوئی، لہٰذا ڈاکٹر نجیب اللہ کٹھ پتلی سامراج بھی اپنے اس سرپرست سامراج سے سبق حاصل کر لے۔

لہٰذا ڈاکٹر نجیب اللہ کے دس ہزار عجوبے فوجیوں کے لئے یہ بہتر ہوگا کہ وہ افغان مجاہدین کے سامنے ہتھیار پھینک کر خود تسلیم ہو جائیں کیونکہ دنیا بھر میں آزادی کی لہر اس قدر تند و تیز ہے کہ روس جیسے آزمودہ کار سامراج بھی اگر آزادی و حریت کی اس طوفانی لہر کے سامنے نہیں ٹھہر سکے تو ڈاکٹر نجیب اللہ کس باغ کی مولی ہے افغان قوم آج آزاد ہوتے ہیں یا چند سال بعد آزادی بہر حال اُن کا مقدر بن چکی ہے یہ آزادی اور خوشحالی افغان قوم کی قسمت میں لکھی جا چکی ہے، اس تقدیر کو بت پرست نجیب اللہ نہیں بدل سکتا، کیونکہ کٹھ پتلی نجیب اللہ اتنا بڑا معجزہ کر دکھانے کے اہل نہیں ہے اور شاید ہی کوئی فرد ایسا نہیں، جو ڈاکٹر نجیب اللہ کے ساتھ رہنا چاہتا ہو، جن دلوں میں نجیب اللہ کے خلاف اس قدر نفرت پیدا ہو چکی ہے کہ وہ اپنی جانوں کی قربانی دینے کے لئے باہر نکل آئے ہیں، اُن کو جبراً نجیب اللہ کب تک اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے اُن کو جب بھی موقع ملتا ہے وہ اپنے مسلمان افغان مجاہدین بھائیوں سے آملتے ہیں کیونکہ ہر مسلمان اسلام کو پسند کرتا ہے، کفر سے نفرت کرتا ہے اسی لئے نجیب اللہ کا کفر کی تاریکی اب انشاءاللہ افغانستان میں عنقریب ختم ہونے والی ہے اور ڈاکٹر نجیب اللہ کی جگہ نہ روس میں ہوگی، نہ افغانستان میں ہوگی، نہ اِدھر کا رہے گا اور نہ اُدھر کا رہے گا،

انہوں نے کہا کہ افغان مجاہدین نے کسی ملک کے سہارے پر یہ آزادی کی تحریک شروع نہیں کی ہے بلکہ اپنے دست و بازو اور اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر اپنی آزادی کی تحریک شروع کی ہے اور ان کی اس مجاہدانہ تحریک کی یہ برکت ہے کہ ادھر افغانستان میں انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور ادھر اس کی گونج نے ایشیا اور یورپ کا نقشہ بدل دیا۔

سردار اسلم خان جھنڈ نے کہا کہ خدا افغان قوم کا جذبہ جہاد سلامت رکھے یہی وہ لوگ ہیں، جو دشمن کے سامنے آخری دیوار بن گئے ہیں خدا بھلا کرے افغان مجاہدین کا کہ انہوں نے ہار ماننے کی بجائے موت کو ترجیح دی، جب کبھی ڈپلومیٹ اور فوجیں ناکام ہو جاتی ہیں تو پھر ملک کے عوام اپنی آزادی کا زندگی کی آخری سانس تک دفاع کرتے ہیں اور دشمن کو حتمی شکست سے دوچار کر دیتے ہیں، افغانستان میں روز اول سے ایسے لوگ موجود رہے ہیں۔ جن کی قوت ایمانی اور شوق جہاد نے انہیں بے چین کئے رکھا ہے، وہ قید کی زندگی سے موت کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں، انہوں نے خوب سمجھ کر اپنا راستہ منتخب کیا ہے، ڈاکٹر نجیب کے پاس بہر حال اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ یہ راستہ زیادہ دیر تک روکے رکھے دنیا کے مختلف ممالک میں مسلمانوں نے جس طرح اپنی محکومی اور طاغوتی نظام کے خلاف علم جہاد بلند کیا ہے اور جس طرح روز بروز خبریں موصول ہو رہی ہیں، انہیں پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اب وہ وقت دور نہیں رہا۔ جب عالم اسلام میں اضافے کی نوید مسلمانان عالم کو ملے گی۔ لیکن یہ گھڑی اسی وقت آئے گی۔ جب خطہ ارضی پر موجود مسلمان اور مسلم ممالک اپنے احساس و شعور کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں گے۔ افغانستان میں افغان مجاہدین نے جو قربانیاں اپنی آزادی اور اسلام کی بالادستی کے لئے دی ہیں اور ان کی جدوجہد کے نتیجے میں جس طرح ایک سپر طاقت کو ہزیمت کے ساتھ پسپائی ہوئی ہے وہ دنیا کے مختلف ممالک میں مصروف مجاہدین آزادی کے لئے ایک نادر مثال ہے۔ یہ ان افغان مجاہدین کی بدولت کمیونسٹ ہر ممالک میں پھیلے جا رہے ہیں، کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان ممالک میں آزادی کی لہر اٹھے گی۔ لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ نڈر، سرفروش لوگ میدان میں آ گئے لہذا چنگاریاں جو ہر دل میں موجود تھیں۔ وہ آگ کے الاؤ بن گئے آج صورتحال یہ ہے کہ خود کمیونزم نے پناہ کی تلاش شروع کر دی ہے، مشرقی یورپ ہو یا جنوبی ایشیا، فلسطین ہو یا مقبوضہ کشمیر آج ان تمام علاقوں میں غاصب، نوآبادیاتی اور طاغوتی سامراج کے قصر ہائے اقتدار لرزہ براندام ہیں، محکوموں کے خون سے بنے ہوئے یہ محلات ایک ایک کر کے اسی طرح زمین بوس ہوں گے، جس طرح مشرقی یورپ کے ملکوں میں روسی کمیونزم کا طلسم ٹوٹ رہا ہے اور یکے بعد دیگرے مشرقی جرمنی، پولینڈ، رومانیہ، بلغاریہ، یوگوسلاویہ، چیکوسلواکیہ روسی کمیونزم کی غلامی کا جوا گلے سے اتار پھینک رہے ہیں۔ قومی آزادیوں اور جمہوریت کی اس نئی لہر نے بڑے بڑے آمروں کی رات کی نیند اور دن کا چین حرام کر دیا ہے۔ بلاشبہ اس ساری صورتحال کا پیش خیمہ افغان مجاہدین ہیں، جنہوں نے روس جیسی سپر طاقت کو افغانستان سے فوجیں واپس لے جانے پر مجبور کیا۔ کیونکہ افغان قوم نے اس گیارہ سالہ جدوجہد آزادی کی تاریخ کو اپنے خون سے رقم کیا ہے۔ انہوں نے پندرہ لاکھ آدمیوں کی جانوں کے نذرانے دیا اس قربانی کو دیکھ کر روس ہکا بکا ہو کر بالآخر روسی افواج کو افغانستان سے واپس جانا پڑا اور ان کا ہونہ تو ارزاں ہے اور نہ ہی بے وقعت) افغانستان میں روس کی یہ شکست ان مسلمان ریاستوں کی آزادی کی راہیں کھول دے گی، جن پر اس سپر طاقت نے پہلی جنگ عظیم کے دوران ۱۹۲۰ء میں جبری طور پر قبضہ کیا تھا انہوں نے کہا کہ کشمیری عوام کی حالیہ تحریک آزادی کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ۱۹۳۰ء کے بعد پہلی بار کشمیری قوم ہندو غلامی کے جنگل سے آزاد ہونے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی ہے اور وہ نخل آزادی کو اپنے خون سے سینچ رہی ہے تاریخ شاہد ہے کہ جس قوم نے آزادی کے حصول کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ لی، اسے کوئی محکوم نہیں رکھ سکتا اور افغانستان کے جہاد سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ قوت ایمانی سے مسلح قوم کی تحریک مزاحمت کو کچلنا بڑی سے بڑی مادی طاقت کے لئے بھی ممکن نہیں ہے۔ ایک فوج دوسری فوج کو شکست سے دوچار کر سکتی ہے۔ لیکن دنیا کی بڑی سے بڑی فوج بھی ایک پرعزم قوم کے قوت ایمانی اور مضبوط ارادوں کو شکست نہیں دے سکتی انہوں نے کہا کہ تحریک جہاد جو پچھلے گیارہ سال سے سرزمین افغانستان میں برپا ہے یہ امر واقعہ ہے کہ جہاد افغانستان اس دور کا ایک ایسا

واقعہ ہے. جس نے پوری دنیا میں تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیا اس جہاد کے نتیجے میں روس جیسی بڑی سامراجی قوت نے افغان مجاہدین کے جذبہ جہاد اور قوت ایمانی کے سامنے گھٹنے ٹیک کر پسپائی اختیار کی. بلکہ اس کے نتیجے میں پوری دنیا کی محکوم اقوام کو بالعموم اور مختلف سامراجی قوتوں کے پنجہ استبداد میں گرفتار مسلمانوں کو بالخصوص آزادی کا ایک نیا جذبہ اور عزم و حوصلہ ملا ہے، چنانچہ مشرقی یورپ کے ممالک کی کمیونزم سے آزادی ہو یا آذربائیجان اور سوویت روس میں شامل دوسری مسلمان ریاستوں کی جدوجہد آزادی، فلسطین کی انتفاضہ کی تحریک ہو یا مقبوضہ کشمیر میں بھارتی سامراج کے خلاف تحریک جہاد ان سب تحریکوں کو جہاد افغانستان ہی سے جذبہ بھی ملا ہے اور عزم و حوصلہ بھی، تحریک کا دوسرا نمایاں وصف اس کا استحکام ہے۔

بلاشبہ آزادی و حق خودارادیت کی اس تحریک کو ایک باقاعدہ تحریک جہاد میں بدلنے کا سہرا جہاد افغانستان کے سر ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آزادی کی یہ تحریک اچانک معرض وجود میں آگئی ہے۔ بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس مقصد کے لئے وہاں پر اسلام اور آزادی حق خودارادیت کی علمبردار قوتوں نے گذشتہ بارہ سال کے دوران زندگی کے مختلف میدانوں میں تسلسل اور اہتمام کے ساتھ کام کیا ہے، جنگ کے محاذ پر عظیم قربانیاں دی ہیں، اور ایک طویل و صبر آزما جدوجہد کے بعد وہ زمین تیار ہوئی جس میں آج جہاد کی فصل لہلہا رہی ہے۔ سردار اسلم خان جھمند یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ افغانستان عنقریب آزاد ہوگا، اور وہاں پر انشاء اللہ افغان مجاہدین کے ہاتھوں ایک اسلامی حکومت قائم ہوگی، جس کے بعد یہ عالم اسلام کا ایک مرکز ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ روس اور امریکہ اسلام کے خلاف سازش کرنے میں مصروف ہیں۔ اس وقت روس اور امریکہ یہ دونوں طاقتیں عالم اسلام کے خلاف ایک نیا محاذ قائم کرنے کی فکر میں ہیں وہاں پر سابق بادشاہ ظاہر شاہ کو لانا چاہتے ہیں. لیکن افغان مجاہدین اسے کبھی نہیں چھوڑیں گے، اور نہ ہی آزاد قبائل اس بات کی اجازت دیں گے، کیونکہ موجودہ حالات اسی ظاہر شاہ کے پیدا کردہ ہیں حقیقت میں ظاہر شاہ اپنے دور حکومت میں روس کی بڑی تابعداری کرتا تھا. ظاہر شاہ روس کے برزنیف کو اپنا باپ سمجھتا تھا انہوں نے کہا کہ افغانوں نے ہمت نہ ہاری اور جہاد کو زندہ کیا اور پندرہ لاکھ جانوں کی قربانی دے کر روسی طاقت کا ظلم توڑ دیا۔ اور اس توسیع پسندانہ عزائم کو خاک میں ملا کر اسے پسپائی پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ افغانوں کے جذبہ جہاد نے دنیا کی مظلوم اقوام کو آزادی کا درس دیا، مشرقی یورپ میں تبدیلی فلسطین میں انتفاضہ کی تحریک آذربائی جان اور مقبوضہ کشمیر میں آزادی کے لئے مسلح جدوجہد بھی افغان جہاد کی وجہ سے ہے، دراصل امریکہ وقت کا دوست ہے. وہاں افغانستان میں روسی افواج کے انخلاء تک تو امریکہ پاکستان کے توسط سے جہاد افغانستان کی پر زور مدد کرتا رہا. لیکن جب کابل میں اسلامی حکومت بننے کے آثار پیدا ہوئے تو اس نے افغان مجاہدین کی امداد سے ہاتھ اٹھا لیا۔ (نہیں چھوڑیں گے کوشش تعمیر نشیمن، گرتی ہے اگر برق تو سو بار گرے)

یقین کیجئے افغانستان میں بھڑکنے والے جہاد کے شعلوں کی لہر اب کشمیر میں پہنچ گئی ہے، کیونکہ کشمیری حریت پسندوں نے افغان مجاہدین کی طرح جذبہ اسلام سے سرشار ہو کر جہاد کا آغاز کیا اور جہاد کے نتیجے میں روس جیسی سپرپاور کو ذلت آمیز شکست اٹھانا پڑی انہوں نے کہا کہ روس اور امریکہ دونوں ظاہر شاہ جیسے نااہل بادشاہ کو دوبارہ افغان عوام پر مسلط کرنا چاہتے ہیں، لیکن افغان عوام کسی بھی صورت میں ظاہر شاہ تسلیم نہیں کریں گے. کیونکہ ظاہر شاہ ایک امیر ترین انسان ہیں، ظاہر شاہ افغان عوام کا مخلص دوست نہیں ہے، اگر ظاہر شاہ خان کو افغان عوام سے ہمدردی ہوتی، تو وہ پاکستان یا افغانستان آ کر افغان عوام کے جدوجہد میں شامل ہوتے، لہٰذا جدوجہد تو چھوڑو، ظاہر شاہ قوم کو شاباش دینے نہیں آیا بلکہ اٹلی سے تماشہ دیکھنے لگا، جیسے پرایا لوگ تماشا دیکھتے ہیں، تو عام ممالک یا اکثر لوگ کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ظاہر شاہ کو لانا چاہتے ہیں، حقیقت میں افغان عوام اس آدمی کو تخت پہ بیٹھائیں گے، جس نے افغان مجاہدین کے شانہ بشانہ جدوجہد کی ہو، جنہوں نے مجاہدین کی قیادت کی ہو جنہوں نے شروع ہی میں خلق اور پرچم نظام کی مخالفت کی ہو جس نے ظاہر شاہ دور حکومت میں ظاہر شاہ کے غلط منصوبوں کی کھلم کھلا نشاندہی کر کے اس کو للکارا ہو۔

سردار اسلم خان جھمند نے کہا کہ افغانستان میں افغان مجاہدین نے

جدو جہد کے آغاز ہی میں اولین قدم پر وہ نعرے لگاتے، ہم افغان عوام کافر کمیونسٹ حکومت کو نہیں مانتے، اور ہمارے ملک سے روسیو واپس جاؤ۔ اور یہی ہوا کہ آخر کار روسی افغانستان سے نامراد واپس چلے گئے انہوں نے کہا کہ دنیا میں تبدیلی کے سیلاب اٹھ رہے ہیں اور جھکڑ چل رہے ہیں اور ہمیں چاہیئے، کہ ہم بھی اِن تبدیلیوں کے مطابق خود کو تیار کرنا چاہیئے اگر ہم نہیں بدلیں گے، تو رومانیہ کی طرح ہماری بھی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی، ایک زمانہ تھا کہ تاج برطانیہ کی سلطنت میں سورج بھی غروب نہیں ہوتا تھا۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ ایک ایک کر کے سارے ممالک اس کی دسترس سے آزاد ہو گئے۔ اسی طرح جو بات آج ناممکن نظر آرہی ہے وہ کل کو ممکن ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان کے افغان مجاہدین نے روس کا مقابلہ کر کے اُسے اپنی پالیسیاں تبدیل کرنے پر مجبور کیا، افغان جہاد نے حریت کی جو شمع روشن کی اُس سے مظلوم کشمیری عوام کی مایوسیوں کے اندھیرے چھٹ گئے اور انہیں اپنی کامیابی کی منزل اور اپنی سیاسی و ثقافتی آزادی سامنے نظر آنے لگی ہے انہوں نے کہا کہ تصویر کے دو رُخ ہیں، ایک اُمید کا، دوسرا خوف کا۔ ایک کامیابی کا۔ دوسرا نامساعد حالات کا۔ لیکن تصویر کا پہلا رُخ امید افزا، اور روشن ہے۔ اس رُخ میں پہلے تو جہاد افغانستان کا منظر دکھائی دیتا تھا، جس میں افغان مجاہدین کے ایمان و ایقان کی سنگلاخ چٹان پر لاکھوں جارح روسی افغان مجاہدین اور کہاں جدید ترین اسلحہ سے مزین پورے کے پورے سپر پاور، روس کے سپاہی! لمڑادے ممولے کو شہباز سے کا نقشہ کھنچ گیا اور سپر پاور کو ہار ماننی پڑی۔ اور روس کی ہیبت کا یہ افسانہ کافور ہوا کہ جہاں کہیں وہ اپنا پاؤں رکھ دے، اُسے وہاں سے اٹھایا نہیں جا سکتا، حقیقتاً اب افغانستان سے روس کے پاؤں ایسے اُکھڑے کہ وہ مشرقی یورپ میں بھی نہ جم سکے، جنگ دراصل دلوں میں فیصل پاتی ہے۔ نہ کہ اسلحہ و تعداد میں، جو شہادت کا طالب ہوتا ہے اُسے موت کا کوئی ڈر نہیں ہوتا، اس وقت روس کی بے حالی کا تو یہ عالم ہے کہ نہ صرف اُس نے افغانستان سے اپنی شکست خوردہ فوجیں نکالیں بلکہ وہ مشرقی یورپ کی سلطنت سے بھی اپنے ہاتھ دھو بیٹھا، اسی طرح روس کے کمیونسٹ انقلاب کو قبر میں اتارنے کا ایک اور مرحلہ اختتام کو پہنچا اور سوویٹ یونین روس کی ایشیائی جمہوریتوں کے طول و عرض میں مذہبی بیداری کی ایک لہر دوڑ گئی ہے ان کے مذہبی جذبات بیدار ہو گئے ہیں اور وہ بھی سوویٹ حکمرانوں سے ٹکر لینے کے لئے جہاد کی باتیں کرنے لگے ہیں، ابھی کچھ عرصہ پہلے جن جن مساجد پر قفل پڑے رہتے تھے، جن کے دیوار گرد و غبار سے اٹے رہتے تھے اور چھتوں پر مکڑوں نے جالے تن رکھے تھے وہ اب آباد ہونے لگی ہیں اور وہاں ا ۔ اذانیں گونجنے لگی ہیں، وسط ایشیائی ریاستوں میں اب نئی مسجدیں تعمیر ہونے لگی ہیں، سوویت مسلمان اب خود مختاری، مذہبی آزادی، اقتصادی ترقی اور دنیا میں باعزت مقام حاصل کرنے کا حق مانگنے لگے ہیں، کیونکہ افغانستان میں روس کے خلاف افغان تحریک مزاحمت نے اُن کے حوصلے بلند کر دیئے، اور یہی وجہ ہے کہ روسی عوام اپنی تقدیر لیڈروں کے ہاتھوں میں دینے کی بجائے خود اپنی تقدیر کے مالک بن جائیں گے انہوں نے کہا کہ دنیا بھر میں اسلامی انقلاب کی لہر آئی ہے اور خود کمیونسٹ ممالک کے عوام کمیونزم سے تنگ آ کر کے اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہیں، اب روس اور امریکہ اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ افغانستان میں ایسے لوگوں کو برسر اقتدار رکھا جائے جو ان طاقتوں کے مفاد کی حفاظت کر سکیں۔

سردار اسلم خان جھنڈے نے اپنے ایک بیان میں پھر کہا ہے کہ افغانستان میں امن کے لئے ڈاکٹر نجیب کو بلا تاخیر اقتدار چھوڑ دینا چاہیئے کیونکہ جب تک افغانستان میں روس کی باقیات موجود ہیں وہاں امن قائم ہونا ناممکن ہے انہوں نے کہا کہ تمام امن پسند ممالک اور اقوام نجیب کو مشورہ دیں کہ وہ اس طرح واپس چلے جائیں، جس طرح روس کی فوج افغانستان چھوڑ کر گئی۔ انہوں نے کہا کہ عالم اسلام کے موجودہ مسائل میں سب سے اہم مسئلہ جہاد افغانستان اور کشمیر و فلسطین ہیں، لیکن جہاد افغانستان جو کہ گیارہ سال سے جدو جہد کے بعد اپنی منزل کے قریب پہنچ چکا ہے افغانستان میں افغان مجاہدین کی فتح جو بہت قریب نظر آرہی ہے ان میں سب سے زیادہ اہم کردار شہید صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب اور شہید جنرل اختر عبدالرحمٰن کا ہے اور افغانستان میں غازی انجنیئر گلبدین حکمتیار صاحب کا ہے، کیونکہ ظاہر شاہ کی نادانی اور بے وقوفی کی نشاندہی انجنیئر گلبدین حکمتیار نے کی تھی، اُس وقت افغانستان کے عوام اور یہ تمام لیڈر صاحبان میٹھی نیند سو رہے تھے، صرف حزب اسلامی کے سرکردہ رہنما جناب حکمت یار ہی جاگ رہے تھے اور اس تمام کامیابی کا سہرا انجنیئر گلبدین

حکمت یار کے سر ہے اور یہ بہت ہی قابل اور عظیم انسان ہیں ان کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ خداوند کریم اس کی عمر دراز کرے یہ ایک نڈر، سرفروش اور ایک زیرک انسان ہیں ایسے مومن آدمی بلک میں بہت کم ہوتے ہیں انہوں نے کہا کہ روس افغانستان میں اس لئے داخل ہوا کہ وہاں سے اسلام کو ختم کیا جائے مگر اللہ کے فضل سے ایسا نہیں ہوا اور مجاہدین افغانستان نے بروقت اس کارروائی کو روکا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک سپر پاور کو شکست دے کر تمام دنیا کو حیرت میں ڈال دیا اور کمیونزم کو تین سو سال تک پیچھے دھکیل دیا انہوں نے کہا کہ یہ دور کمیونزم کی شکست کا دور ہے اور انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب افغان مجاہدین افغانستان میں اسلامی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے انہوں نے کہا کہ اگر شہید صدر ضیاء الحق آج زندہ ہوتے تو نہ صرف افغانستان کا اسلامی تشخص مکمل طور پر بحال ہو چکا ہوتا بلکہ جہاد کشمیر بھی فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو چکا ہوتا، سردار اسلم خان جیمند نے کہا کہ میں افغان مجاہدین کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ افغانستان کا مسئلہ صرف میدان جنگ کے ذریعہ حل ہو گا۔ اور اُن کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اُن کا سامنا ایک ایسے دشمن سے ہے جو کسی ضابطہ اخلاق کا پابند نہیں انہوں نے کہا کہ تمام مسلمان متحد ہو جائیں اور اسرائیل، روس اور ہندوستان کی غاصب قوتوں کو بتا دیں کہ اسلحہ کے بل پر وہ ذلت اور غلامی پر شہادت کی موت کو ترجیح دینے والے سوتوں کو دبا نہیں سکتے ہیں کیونکہ اُن کی رگوں میں ایمان اور حریت سے جوش آیا ہے اور ان کے مورچوں سے اللہ اکبر کے نعرے بلند ہو رہے ہیں، اب بھی وقت ہے کہ یہ استبدادی قوتیں اپنے شیطانی کردار پر نظر ثانی کریں اور کمزور ملتوں کو مزید غلامی کے اندھیرے میں رکھنے سے باز آ جائیں تاکہ وہ عزت و وقار سے زندگی گزار سکیں، ان کی حق خودارادیت بحال ہو اور وہ اپنی قسمت کا فیصلہ خود کریں، اگر ہندوستان نے اپنے ماضی کے کردار سے اعادہ نہ کیا اور مسلمانوں کو مزید غلام رکھنے پر بضد رہا تو اُس کو بھی ویسی ہی ذلت سے سابقہ پڑے گا جس طرح روس کو افغانستان میں نہتے مجاہدوں کے ہاتھوں شکست ہوئی اور انشاء اللہ اسی طرح حریت پسند کشمیری بھی ہندوستان کے غاصبانہ عزائم کو بحر ہند میں ڈبو دیں گے جس طرح کمیونزم کو پوری دنیا میں مجاہدین افغانستان کے عزم و ہمت کی بدولت دفنایا گیا ہے حقیقت میں (آزادی دی نہیں جاتی۔ بلکہ چھینی جاتی ہے) آزادی ہمیں اقوام متحدہ سے قطعاً نہیں ملے گی، اقوام متحدہ روس اور امریکہ کی پٹھو ہے، ہمارے مسئلے ہم اپنی ہمت اور جرأت سے حل کرائیں گے، جس طرح افغان مجاہدین نے یہ مثال قائم کی ہے۔ اس وقت روس اور ہندوستان کے ظالم حکمران اس شکستہ پل پر کھڑے ہیں جس میں مجاہدین افغانستان کے خون کے سیلاب سے دراڑیں پڑ چکی ہیں اور وہ عملدر یا بدیر گرنے کو ہے، لیکن امریکہ موجودہ وقت میں روس اور ہندوستان کی متزلزل قوت کو سہارا دینا چاہتا ہے، کیونکہ امریکہ اپنی پوزیشن کو ان فرعونی طاقتوں کے بغیر برقرار نہیں رکھ سکتا ہمیں پختہ یقین ہے کہ جس طرح سلطان محمود غزنوی نے سومنات کے بت خانے کو زمین بوس کیا تھا اور احمد شاہ ابدالی نے ہندوؤں کے استعمار پر ضرب کاری لگائی تھی اور اب جس طرح مجاہدین افغانستان نے روس جیسی طاقت کو ذلیل کر کے نکالا اسی طرح کشمیری مسلمان ہند کے بت خانے پر ایک فیصلہ کن وار کریں گے اور ہندو سامراج کو شکست فاش دیں گے اور لال قلعہ پر ایک بار پھر اسلامی پرچم لہرائیں گے، دراصل ہندوستان بھی روس کے طرز عمل پر گامزن ہے، روس خصوصاً اور خاص کر دار سابیکٹ کے ممالک عموماً چاہتے تھے کہ روس کے ہاتھ گرم پانیوں اور خلیج کے تیل کے چشموں تک پہنچ سکیں، لیکن انہیں رسوائی کے سوا کچھ نہ ملا اور اب تو روس کے قدم سائبیریا کے برف زاروں میں بھی جم نہیں سکتے ہیں اسی طرح ہندو سامراج بھی انشاء اللہ لال قلعہ پر اپنے تسلط کو مزید برقرار نہیں رکھ سکیں گے، میرا اپنے کشمیری بھائیوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے فیصلوں اور مختلف کانفرنسوں کی تائید اور تردیدوں پر بالکل یقین نہ کریں، کیونکہ اس قسم کے حربے نہ استعماری قوتوں کا ہاتھ روک سکتے ہیں اور نہ آزادی کو یقینی بنا سکتے ہیں اقوام متحدہ استعماری قوتوں کی ایک شیطانی چال ہے یہ حریت پسندوں کی گرم جنگ کے ساتھ سرد جنگ کو جاری رکھتی ہے یہاں تک کہ آزادی پسند قوتوں کے مطالبہ حق خودارادیت اور اُن کی جدوجہد کو دستاویزات کی فائلوں میں دبایا جاتا ہے اور اس طرح اُن کی جدوجہد کو تاریخ کے سرد خانے میں ڈال دیا جاتا ہے، جنیوا کا شرمناک معاہدہ اس کا ایک بین الاقوامی ثبوت ہے، لیکن مجاہدین افغانستان نے اپنے جذبۂ جہاد سے اس سازش کے پرزے اڑا دیئے لہذا اس حقائق کی روشنی میں کشمیری مسلمان قوت بازو اور اللہ پر مضبوط عقیدے کو کامیابی کا واحد راستہ سمجھیں انشاء اللہ آزادی جلد ہی اُنکے قدم چھوم لے گی۔

تحریر: سجاد گل پشاور

مسئلہ افغانستان

افغانستان کا مسئلہ کافی عرصہ سے تعطل کا شکار رہا ہے۔ روس نے ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو افغانستان پر لشکر کشی کی اس وقت تمام دنیا کا یہی یقین تھا، کہ اب یہ اسلامی ملک ہمیشہ کے لئے روسی سامراج کی نذر ہو جائے گا۔ تاہم افغان عوام نے دنیا کی اس رائے کو نظر انداز کرتے ہوئے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر روس کا مقابلہ کیا۔ اس عرصہ میں لاکھوں مسلمان شہید ہوئے لاکھوں زخمی ہوئے لاکھوں کے گھر بار برباد ہو گئے۔ لاکھوں غربت و افلاس کے دہانے پر پہنچ گئے۔ لیکن ان تمام تکلیفوں اور مشکلوں کے باوجود انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ تو روسی حکومت نے ۸ فروری ۱۹۸۸ء کو اعلان کر دیا کہ ۱۵ مئی سے افغانستان سے روسی افواج کا انخلا شروع ہو گا۔

درحقیقت افغان عوام نے روس کو پسپائی پر مجبور کر کے ایک ایسا کارنامہ سر انجام دیا تھا، جو غیر معمولی نوعیت کا تھا مسئلہ اگر یہیں تک ہوتا تو ٹھیک تھا۔ لیکن روس نے جاتے جاتے بھی مکاری و عیاری سے کام لیا۔ اور افغانستان میں ایک کٹھ پتلی حکومت قائم کر دی۔ تاکہ ان کی اجارہ داری قائم رہے اور اس کا موقف ہی یہ ہی تھا کہ افغان عوام ایک دوسرے سے لڑتے رہے تو کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ ایک طرف سے بھی افغان ختم ہو گا۔ تو دوسری طرف سے بھی افغان ہی شہید ہو گا۔ جو کہ یہ افغانستان ہی کا نقصان ہے۔ مسئلہ افغانستان جس قدر طویل ہے اس سے کہیں زیادہ سنگین بھی ہے، کیونکہ ۱۰-۱۱ سال کے عرصہ میں افغانستان پر روسی جارحیت کے خلاف دنیا کے ہر گوشے سے آواز بلند ہوئی ہے پورے عالم اسلام اور تقریباً تمام دیگر ممالک میں روسی جارحیت کی کھلی مذمت کی گئی اور افغانستان پر روسی جارحیت اور بربریت کو ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھا گیا۔

افغانستان پر روسی جارحیت کے سب سے زیادہ اثرات پاکستان پر پڑے اور لاکھوں کی تعداد میں افغان مہاجرین پاکستان اور ایران میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ جو کہ آج تک انتہائی تکلیف اور کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں اور دعا کر رہے ہیں کہ کب ملک جنگ سے پاک ہو گا کب آزاد ہو گا تو وہ خیر و عافیت سے اپنے ملک جائیں۔

عام لوگوں کا افغان مجاہدین کے بارے یہ بہت برا تاثر ہے کہ افغان مجاہدین ابھی تک فتح سے کیوں ہمکنار نہیں ہو سکے اور ابھی تک افغانستان پر کیوں نہیں قبضہ کر سکے اور اس کے علاوہ بے بنیاد پروپیگنڈے شائع کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ افغان مجاہدین جو ۱۱-۱۲ برس سے طویل نبرد آزما جنگ لڑ رہے ہیں جنہوں نے کتنی ہی قربانیاں دیں۔ لیکن اس کے بعد بھی آج تک ایک ہی موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر نجیب اور اس کے ساتھیوں نے جس طرح افغانستان میں بربریت اور خون خرابے کا بازار گرم کر رکھا اس کی سزا ایسے اور اس کے ساتھیوں کو ضرور ملنی چاہیئے اور ان کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ اقتدار سے دستبردار ہو کر روس میں پناہ حاصل کرے اخبارات میں طرح طرح کی خبریں شائع ہو رہی ہیں جن میں ظاہر شاہ کی واپسی۔ وسیع البنیاد حکومت کی خبریں بھی ہیں۔

جہاں تک ظاہر شاہ کا تعلق ہے تو افغان عوام اسے رد کر چکے ہیں کیونکہ ظاہر شاہ ایک ظالم اور جابر حکمران تھا جب روس نے افغانستان پر حملہ کیا تو ظاہر شاہ روم میں جلاوطنی کی زندگی گزارنے لگے اور ۱۰-۱۱ برس پلٹ کر نہ دیکھا کہ افغان عوام پر کیا بیتی ہے

اور آج کل یہ افواہیں گردش کر رہی ہیں کہ امریکہ اور روس کی ملی بھگت سے اسے افغانستان پر مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہیں۔ دوسری بات اخبارات میں مختلف لیڈروں کے بیان شائع ہوتے ہیں کہ افغانستان میں وسیع البنیاد حکومت قائم کی جائے۔

اس معاملے میں افغان مجاہدین کا موقف بڑا واضح اور دانشمندانہ ہے ان کا کہنا ہے کہ جس حکومت کے خلاف وہ بارہ سال سے جہاد میں مصروف ہیں۔ اور بالآخر انہوں نے روس جیسی سپر پاور کو اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے اب اس کے ایجنٹوں کو کس طرح حکومت میں شامل کر لیا جائے۔ کابل انتظامیہ کا جو کردار رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے اس نے اپنے ہم وطنوں کے خلاف جنگ کر کے لاکھوں افراد کو شہید کرایا۔ بستی کی بستیاں ویران کر دیں۔ عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو بھی معاف نہ کیا گیا۔ نیپام بم تک برسائے ان ہی لوگوں کو افغانستان کے نئے نظم و نسق میں کس طرح شریک کر لیا جائے؟ روس افغانستان میں ذلت آمیز شکست کھانے اور واپس جانے کے بعد بھی اس سازش میں مصروف ہے کہ وہ میدان جنگ میں جو کچھ حاصل نہیں کر سکا اس کو اب جوڑ توڑ اور مذاکرات کے ذریعے حاصل کرے۔ لیکن اس سلسلہ میں مجاہدین اور عالم اسلام کا موقف بالکل واضح ہے۔ نجیب اللہ حکومت کو برطرف کئے بغیر افغانستان کا کوئی حل قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ اس لئے افغانستان کے مسئلہ کا اس کے سوا اور کوئی حل نہیں کہ مجاہدین کی حکومت قائم کی جائے یہ حکومت دراصل افغان عوام کا ایک ریفرنڈم ہوگا۔ جس میں نجیب اللہ کے لئے کوئی جگہ نہیں ہونی چاہیئے۔ روس کو بھی اب سازشیں اور بے جا ہٹ دھرمی ترک کر کے اس حل کو قبول کرنا چاہیئے کہ افغانستان میں خونریزی بند ہو وہاں امن وامان قائم ہو۔ افغان مہاجرین جو پاکستان میں رہنے پر مجبور ہیں، عزت و آبرو کے ساتھ اپنے وطن واپس جا سکیں۔

افغانستان میں نجیب انتظامیہ کے وزیر دفاع جنرل شاہنواز تنائی کی بغاوت کے بعد صورتحال اچانک تبدیل ہو گئی ہے۔ اور ڈاکٹر نجیب کے خلاف جنرل تنائی کی بغاوت سے نجیب انتظامیہ کو زبردست دھچکا لگا ہے۔

کس حکومت کے وزیر اچھی طرح سمجھہ سکتا ہے۔ کہ جنرل تنائی کی بغاوت سے مجاہدین کو افغان فضائیہ کے ایک بڑے حصے کی امداد حاصل ہوئی ہے اور جنرل تنائی کا یہ اعلان کہ اس نے حزب اسلامی میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جب وہ حزب اسلامی میں شامل ہو گئے ہیں تو باقی مجاہدین کو بھی خود سے الگ کر کے دیکھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ تمام جماعتوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نجیب سے الگ ہو کر مجاہدین کے ساتھ آ ملنے والے ہر شخص کو صدق دل سے قبول کر لیا جائے گا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو جنرل تنائی کے حالیہ اعلانات کے بعد تو مجاہدین کو ان کے بارے میں اپنی حکمت عملی مرتب کرنے میں غلطی نہیں کرنی چاہیئے۔

اس لئے مجاہدین کو ان کے باہمی اختلافات سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ انہیں کم از کم اس نقصان سے بچنے کی فکر کرنی چاہیئے۔ نجیب حکومت شاہنواز اور دوسرے جرنیلوں کے جانے کے بعد ختم تو نہ ہو سکی۔ البتہ اس کی کمر ٹوٹ چکی ہے شاہنواز تنائی کی بغاوت نے ایک بار پھر ثابت کر دیا ہے۔ کہ نجیب اپنی افواج کے تعاون سے بھی محروم ہے اور نجیب اللہ سے تنگ آ چکی ہے۔

اب ایسے دور میں مجاہدین کو محتاط انداز میں آگے چلنا ہوگا اور اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے عالمی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کو ناکام بنانا ہوگا۔

ہم خداوند کریم سے دعا گو ہیں کہ مجاہدین کو جلد از جلد کامیاب کرے تاکہ وہ اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو جائیں۔ اور استعماری قوتوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں۔

آمین ثم آمین۔

تحریر: سلطان صدیقی

نام نہاد انقلابِ ثور کی بارھویں سالگرہ

کابل حکومت فوجی پریڈ نہ کرسکی

۲۷ اپریل ۱۹۹۰ء کو نام نہاد افغان انقلاب ثور کی بارہویں سالگرہ کے ساتھ ہی تیرہواں سال شروع ہوگیا۔ یہی عمر مسلح تحریکِ مزاحمت کی بھی ہے۔ اس دوران نور محمد ترہ کی، حفیظ اللہ امین، ببرک کارمل اور حاجی محمد چمکنی آئے پہلے دو اپنے ہی ساتھیوں کے ہاتھوں حرام موت مرے۔ تیسرا اپنے روسی آقاؤں کے ہاتھوں سائبیریا کے عقوبت خانوں میں موت وزیست کی کش مکش میں مبتلا اور چوتھا گوشۂ گمنامی میں پڑا ہوا ہے اس وقت ڈاکٹر نجیب اللہ ڈوبتی ناؤ میں ٹوٹے چپوؤں کے ساتھ بیچ منجدھار پھنسے ہوئے ہیں درمیان میں روسی آئے۔ نو سال تک جدید ہتھیاروں سے افغانوں کا قتلِ عام کرتے ہوئے شل ہاتھوں، بوجھل پاؤں، خمیدہ کمر اور ٹوٹے ٹانگوں سے لنگڑاتے ہوئے بمشکل دریائے آمو پار کر گئے افغانستان پر فوجی جارحیت کا فیصلہ کرنے والے برژنیف، چرننکو اور یوری اندروپوف افغانستان پر قبضے کا ارمان دل پر لئے آنجہانی ہو گئے اور ان کا جانشین گورباچوف اس شکست کے اثرات وسطی ایشیا؛ در مشرقی یورپ میں ملاحظہ کرتے ہوئے کمیونزم کی ناکامی کا اعتراف کر رہے ہیں۔

ان بارہ سالوں میں پندرہ لاکھ افغان شہید، لاکھوں معذور اور ساٹھ لاکھ کے لگ بھگ مہاجر ہوئے، پچاسی فیصد سے زیادہ افغانستان تباہ و برباد ہوا۔ ان قربانیوں کے طفیل روس افغانستان کو قتل نہ کر سکا، افغانستان بدستور زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اس وقت افغان مجاہدین اپنی کامیابی کے آخری مراحل میں ہیں۔ کابل حکومت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے، حکمران پارٹی کے دونوں دھڑے خلق اور پرچم باہم متصادم ہیں خلق کے اہم راہنما وزیر دفاع جنرل شاہ نواز تنی حکومت کا ساتھ چھوڑ کر مجاہدین سے آملے اور کابل حکومت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا گئے۔ نجیب حکومت کے خلاف بغاوت کی حمایت کے الزام میں خلق کے دو اہم راہنما پھانسی پر لٹکا دیئے گئے اور باقی ماندہ گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ افغانستان کے مختلف علاقوں میں دونوں دھڑوں کے حامی فوجی ایک دوسرے کے خلاف تیار بیٹھے ہیں اور موقعہ کے انتظار میں ہیں جس کو جہاں موقعہ ملتا ہے دوسرے پر وار کر جاتا ہے۔

یہی وہ حالات ہیں جن کی وجہ سے خود کو کابل کا مضبوط حکمران کہنے والے ڈاکٹر نجیب نام نہاد انقلاب ثور کی سالگرہ پر حسب سابق دارالحکومت میں فوجی پریڈ کا انعقاد نہ کر سکے کہ فوج کی اکثریت جنرل شاہ نواز تنی کے حامیوں پر مشتمل ہے اور مجاہدین کی رسائی فوج کے اندر اعلیٰ افسران تک ہو گئی ہے نیز ہرات کے سب ڈویژن پشتون زرغون میں مقامی جرگہ کی تقریب کا حشر بھی ان کے سامنے تھا۔ جس میں اگر وہ اپنی خوش قسمتی سے شریک ہونے سے نہ رہ جاتے تو آج افغانستان کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا اس پس منظر میں دیکھا جائے تو افغانستان سے روسی فوجی انخلاء کے بعد سے نام نہاد انقلاب ثور کی یہ دوسری سالگرہ ہے۔ لیکن اس لحاظ سے اسے پہلی سالگرہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ جہاں ختم ہونے والی انتظامیہ کی جانب سے اس سال خاموشی رہی فوجی پریڈ نہ ہو سکا اور نہ ہی دوسری تقریبات کا اہتمام کیا گیا۔ وہاں مجاہدین کی جانب سے بھی بحیثیت مجموعی خاموشی رہی۔ حالانکہ پہلے کے مقابلے میں اس سال زیادہ بہتر انداز میں کاروائیاں کی جاسکتی

بقیہ صـ ۶۴

خاد کا کرنل افغان سپاہیوں کے ہاتھوں مارا گیا

ڈگروال گل محمد نے راہ چلتی خاتون کو تفتیش کے بہانے کار میں ڈال لیا تھا

۲ مئی ـ بجیب انتظامیہ کے خفیہ محکمے خاد کا ایک ڈگروال (فل کرنل) گل محمد افغان سپاہیوں کے ہاتھوں مارا گیا، کابل سے ایجنسی افغان پریس کے ذرائع کے مطابق ۲۲ اپریل کی شام کرنل گل محمد نے ایک راہ چلتی اکیلی خاتون کو تفتیش کے بہانے اپنی کار میں زبردستی لے جانا چاہا۔ خاتون نے مزاحمت کی اس دوران معمول کے مطابق گشت کرنے والے کابل انتظامیہ کے دو فوجی وہاں آپہنچے اور انہوں نے فریاد کرتی ہوئی خاتون کے ساتھ دراز دستی کے اس منظر کو دیکھتے ہوئے ڈگروال گل محمد کو رکنے کے لئے کہا جو خاتون کو بے بس کر کے کار میں ڈال چکا تھا۔ وردی میں ملبوس ڈگروال گل محمد نے رکنے کی بجائے کار چلا دی جس پر افغان سپاہیوں نے اُسے گولی مار کر ہلاک کر دیا اور خاتون کو گھر جانے کی اجازت دے دی۔

بلخ میں مجاہدین کی بڑی کامیابی، پورے فوجی قافلے کا صفایا

روسی طیاروں کی انتقامی بمباری دو سو شہری شہید اور زخمی

۲ مئی ـ بلخ میں مجاہدین نے کابل فوج کا ایک پورا کاروان مکمل طور پر تباہ کر دیا اور اس میں شامل ۱۷ گاڑیاں جن میں ٹینک، بکتر بند اور ٹرک شامل تھے جلا کر راکھ کر دیں۔ اگلے روز ۱۶ اپریل کو روسی فضائیہ نے سورت علاقے ترمذ سے اڑ کر مجاہدین کے ٹھکانوں اور علاقے کے متعدد دیہات کو انتقاماً وحشیانہ بمباری کا نشانہ بنایا، جس میں دو بستیاں بابا یوسف اور علم خیل صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں، اطلاعات کے مطابق ۱۵ اپریل کو گیس سے مالامال صوبے جوزجان کے صدر مقام شبرغان سے صوبہ بلخ کے دارالحکومت مزار شریف کابل فوج کا ایک بڑا کانوائے روانہ ہوا جسے کمانڈر جمعہ خان ہمدرد کے مجاہدین نے بظاہر روکنے کی کوشش کی لیکن جنگی حکمت عملی کے تحت آگے جانے دیا۔ جب یہ قافلہ علم خیل کے نواح میں پہنچا تو پہلے سے مورچہ زن مجاہدین اس کا راستہ روک کر اُسے گھیرے میں لے لیا۔ اُدھر بلخ کا دیہہ دادی گیریژن اپنے قافلے کی مدد کے لئے بڑھا لیکن مجاہدین نے اس گیریژن کا حملہ روکا اور درین اثنا کابل فوجی قافلے کا صفایا کر دیا۔ دن بھر کی اس جنگ میں ایک سو ساٹھ سے زائد کابل فوجی ہلاک ہوئے اور ایک سو اسی کے لگ بھگ بھاگ نکلے مجاہد کمانڈر سید مسکین صابری سمیت گیارہ مجاہد شہید ہوئے، اگلے روز سوویت ازبکستان کے فوجی اڈے ترمذ سے آنے والے روسی طیاروں نے پورے علاقے میں اندھا دھند بمباری کی جس میں بابا یوسف اور علم خیل کے گاؤں بالکل برباد کر دیئے گئے، جبکہ المان، عبدالرحیم زئی، ننگار اور بیت پیکال کے دیہات اس بمباری سے بری طرح متاثر ہوئے، عورتوں بچوں سمیت تیس سے زائد شہری شہید اور ڈیڑھ سو سے زائد زخمی ہوئے۔

روسی سرحد پر دریائے آمو کے کنارے

مجاہدین نے ہیلی کاپٹر مار گرایا

۳ مئی روسی سرحد پر واقع صوبہ تخار کے دریائے آمو کے کنارے واقع علاقے دشتِ قلعہ میں کابل فوج کا گن شپ ہیلی کاپٹر مار گرایا گیا۔ یہ ہیلی کاپٹر ۲۸ اپریل کی صبح مجاہدین کے آزاد کردہ علاقے میں نیچی پرواز کر رہا تھا کہ کمانڈر مامور عباس کے مجاہدین کی میزائلوں کی زد میں آ گیا وائرلیس کے ذریعے پشاور میں ایجنسی افغان پریس کے ذرائع کو ملنے والی اطلاعات کے مطابق ہیلی کاپٹر کے عملے کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ اُدھر کابل کے شمال میں صوبہ پروان سے اطلاعات کے مطابق شاہراہ سالانگ پر کوہ ہندوکش کے دامن میں واقع جبل السراج کے کابل فوجی کیمپ سے پندرہ فوجی اپنے اسلحہ سمیت حزب اسلامی کے کمانڈر انجینئر طارق سے آ ملے ہیں اسی روز ۲۸ اپریل کو صوبائی صدر مقام چاریکار کے قریب صوفیان کے مقام پر کمانڈر استاد نسیم محمد کے مجاہدین اور کابل فوج کے گشتی دستے کا آمنا سامنا ہو گیا جھڑپ کے دوران سات کابل فوجی ہلاک ہو گئے، گیارہ نے ہتھیار ڈال دیئے جبکہ باقی کابل فوجی بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ مجاہدین نے میدان جنگ سے ایک گرینیڈ لانچر اور سولہ کلاشنکوف بندوقیں قبضے میں لیں۔

مجاہدین نے شمالی افغانستان میں بغلان شہر کا محاصرہ کر لیا

۴ مئی۔ افغان مجاہدین نے شمالی افغانستان کے شہر بغلان کا محاصرہ کر لیا ہے، جہاں یکم مئی سے شدید جنگ جاری ہے۔ بغلان سے وائرلیس کے ذریعے ملنے والی اطلاعات کے مطابق مجاہدین نے صوبہ بغلان کے صدر مقام اور صنعتی شہر بغلان کا مکمل محاصرہ کر لیا ہے، جہاں کٹھ پتلی کابل فوج کے ۲۰ ویں ڈویژن اور ۸۰ ویں بریگیڈ کے کچھ دستے مقیم تھے۔ جن کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے۔ محصور کابل فوج بکتر بند اور دور مار توپوں سے مسلح ہیں اور انہوں نے اپنے بچاؤ کے لئے بغلان کے ارد گرد بڑی تعداد میں بارودی سرنگیں بچھائی ہوئی ہیں۔ کابل فوج بڑے پیمانے پر مجاہدین کے مورچوں پر گولہ باری کر رہی ہے، جبکہ مجاہدین زیادہ تر چھوٹی مارٹر توپوں سے گولہ باری کرتے ہیں اور کبھی کبھار میزائل بھی استعمال کرتے ہیں۔ مجاہدین کی قیادت حزب اسلامی کے کمانڈر بشیر خان کر رہے ہیں جنہیں مجاہدین کے دوسرے مقامی گروپوں کا تعاون حاصل ہے۔ بغلان کابل سے دریائی بندرگاہ شیر خان کے راستے روس جانے والی شاہراہ پر واقع صنعتی شہر ہے جو چینی اور دوسری صنعتی اشیاء کے لئے مشہور ہے۔ اگرچہ ان صنعتوں کا بڑا حصہ ۱۹۷۹ میں روسی حملے کے بعد جنگ میں تباہ ہو چکا ہے۔

روسی سرحد پر واقع صوبے سمنگان میں ایک سو فوجی مجاہدین سے آملے۔ جنرل تنی کی بغاوت کے بعد فرار ہونے والے فوجیوں کی تعداد چھ ہزار ہو چکی ہے

۴ مئی (اژانس افغان) کابل حکومت کے وزیر دفاع اور فوج کے سربراہ جنرل تنی کی بغاوت اور مجاہدین سے آملنے کے بعد افغان فوج سے فرار ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے، مارچ کی بغاوت کے بعد سے اب تک چھ ہزار سے زائد فوجی اور ملیشیا فرار ہو کر مجاہدین سے مل چکے ہیں۔ ۲۱ اپریل کو روسی سرحد پر واقع صوبہ سمنگان کے تاریخی قصبے خلم میں ایک سو سے زائد افغان فوجی اپنے ہتھیاروں سمیت مجاہدین سے آملے ہیں۔ یہ فوجی اپنے ساتھ گولہ بارود اور بندوقوں کے علاوہ ایک درجن سے زائد مارٹر اور راکٹ لانچر بھی لائے ہیں۔ یہ افغان فوجی ملیشیا سے تعلق رکھتے تھے، جنہیں مقامی آبادی سے نجیب حکومت اپنی دفاعی ضروریات کے لئے بھاری تنخواہوں پر بھرتی کرتی ہے

کابل فوج کا ایک ڈگروال ہلاک، ستاون فوجیوں نے ہتھیار ڈال دیئے، بجلی گھر پر حملہ، چھ ٹینک اور گولہ بارود کا ذخیرہ تباہ، قرہ باغ میں اسلحہ خانہ لوٹ لیا گیا

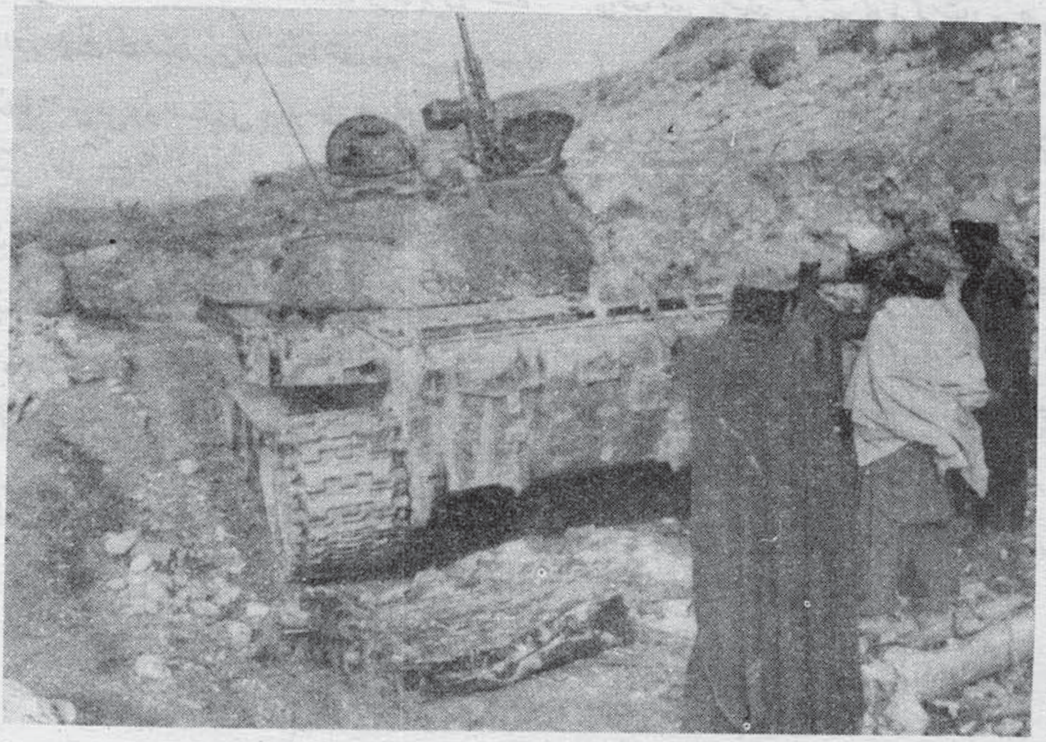

۵ر مئی۔ کابل کے اردگرد ایک بار پھر شدید جنگ شروع ہو گئی ہے عید کے بعد دو روز میں مجاہدین اور کابل دستوں میں چار بڑی جھڑپیں ہو چکی ہیں دوسری جانب مشہور کمانڈر عبدالحق کے مجاہدین نے کابل جلال آباد روڈ پر ماہی پر کے پن بجلی گھر پر حملہ کر کے فوجی کیمپ کو شدید نقصان پہنچایا ہے، ایجنسی افغان پریس کے ذرائع کے مطابق مجاہد رہنما مولوی یونس خالص کے صوبہ کابل کے لئے کمانڈر عبدالحق کی قیادت میں ۲۷ر اپریل کو کابل کو بجلی مہیا کرنے والے ماہی پر ہائیڈرو الیکٹرک سٹیشن کے حفاظتی کیمپ پر راکٹوں اور توپخانے سے حملہ کیا گیا۔ کابل فوج کے چھ ٹینک اور گولہ بارود کا ذخیرہ تباہ ہو گیا۔ کابل دستوں کے جانی نقصانات کے بارے میں اطلاعات کا انتظار ہے دارالحکومت کے نواح میں اگلی چوکیوں کا دورہ کرنے والا کابل فوج کا ایک فل کرنل (ڈگروال) سعد اللہ خان ہلاک ہوا کئی فوجی زخمی ہوئے جبکہ باقی ۹۳ فوجیوں نے حزب اسلامی کے کمانڈر ملنگ کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ ڈگروالی سعد اللہ کا تعلق کابل فوج کے ۵۸۲ ویں یونٹ سے تھا۔ کابل سے شمال مشرق میں دیہہ سبز کے علاقے میں کابل فوج کے گشتی دستے اور کمانڈر شریف اللہ کا آمنا سامنا ہو گیا، چار کابلی فوجی ہلاک ہوئے جبکہ تین افسروں سمیت اٹھارہ فوجی مجاہدین نے گرفتار کر لئے، مجاہدین نے چھبیس ہلکے اور بھاری ہتھیاروں کے علاوہ ایک وائرلیس سیٹ بھی قبضہ میں لے لیا۔ دو فوجی گاڑی جس میں کابل فوجی سوار تھے مجاہدین نے ناکارہ بنا دی تھی جبکہ باقی فوجی بھاگ نکلے، دوسرے روز دیہہ سبز کے علاقے میں ایک فوجی چوکی پر مجاہدین کے حملے میں چھ فوجی گرفتار کر لئے گئے اور ایک راکٹ لانچر پانچ کلاشنکوف اور دو پستول قبضے میں لے لئے گئے۔ ادھر کابل کے شمال میں شاہراہ سالانگ پر واقع قصبے قرہ باغ میں اسلحہ خانے پر کمانڈر کریم عابد نے یلغار کر کے چھیالیس ہلکے اور بھاری ہتھیار اور گولہ بارود کا ذخیرہ تباہ کر دیا اور کابل دستے اسلحہ خانہ چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

کابل انتظامیہ کو ہلاکت خیز روسی ہتھیاروں کی فراہمی

ٹینک شکن بارودی سرنگوں والے راکٹ اور بکتر بند گاڑیاں شامل ہیں

۶ر مئی۔ گذشتہ ماہ کے دوران روسی قیادت نے کابل انتظامیہ کو ہلاکت خیز ہتھیاروں کی تازہ کھیپ فراہم کی ہے جن میں جدید ترین ملٹی بیرل راکٹ اور بکتر بند گاڑیاں شامل ہیں۔ ایجنسی افغان پریس کے ذرائع نے افغان عبوری حکومت کی وزارت اطلاعات کے حوالے سے بتایا ہے کہ نئے راکٹوں میں ٹینک شکن بارودی سرنگیں نصب کی گئی ہیں جبکہ جنگی طیاروں کی شکل والے یہ راکٹ زیادہ دور تک مار کر سکتے ہیں اطلاعات کے مطابق نجیب انتظامیہ کے خاص دستوں "سپیشل گارڈز" کو نئے ہتھیار فراہم کئے گئے ہیں جنہیں روسی فوجی مشیروں تربیت دی تھی۔ بتایا گیا ہے کہ بکتر بند گاڑیاں ڈی بی آر۔۲ بڑی تعداد میں کابل لائی گئی ہیں جن کے ذریعے فوجی دستے مجاہدین پر حملے کرتے ہیں یہ امر قابل ذکر ہے کہ نجیب ٹولے کے خلاف جنرل شاہنواز تنی کی فوجی کارروائی کے بعد روسی حکام نے پہلی بار یہ ہتھیار کابل بھیجے ہیں

دریائے آمو کے نزدیک مجاہدین اور فوجی دستوں کی جھڑپیں

دو گاڑیوں اور بھاری تعداد میں ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا گیا

۶ر مئی۔ روسی سرحد پر واقع شمالی افغان صوبے تخار میں دریائے آمو کے نزدیک دستاق کے علاقے میں مجاہدین اور بکتر بند دستوں میں خونریز جھڑپیں جاری ہیں، اطلاعات کے مطابق تخار کے گرمائی ہیڈکوارٹر خواجہ غار میں مجاہدین نے کمانڈر عباس خان کی قیادت فوجی قافلے پر یلغار کی جو ایک بھاری مشین گن ساتھ اٹھا لیں اور دو گاڑیاں چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

کابل میں دو سو روسی مشیروں کی آمد

نجیب انتظامیہ کے نئے وزیر داخلہ کا تقرر کر دیا گیا

۷ر مئی۔ کابل میں نجیب انتظامیہ کے سابق وزیر دفاع جنرل شاہ نواز تنی کی فوجی کارروائی کے بعد دو سو روسی مشیر افغان دارالحکومت پہنچ گئے ہیں جن کے ساتھ ان مشیروں کی تعداد پانچ سو ہو گئی ہے، افغان عبوری حکومت کے ذرائع نے یہ انکشاف کرتے ہوئے بتایا ہے کہ روسی مشیروں کی آمد کا مقصد کابل دستوں کو جدید ترین ہتھیاروں کی تربیت بھی دینا ہے جو گذشتہ ماہ لائے گئے ہیں۔ ان ذرائع کے مطابق اپریل کے اوائل میں کابل کے نزدیک تباہ کئے جانے والے طیارے میں نو روسی مشیر سوار تھے جو طیارے کے عملے کے ساتھ مارے گئے، روسی ذرائع ابلاغ نے طیارہ گرائے جانے کی تصدیق کرتے ہوئے ہلاکت شدگان کی شناخت نہیں بتائی تھی، دریں اثنا کابل انتظامیہ نے روسی مشیروں کی ہدایت پر ڈاکٹر داود رزم یار کو نیا وزیر داخلہ مقرر کرنے کی سفارش کی ہے جو

سید گلاب زوئی کی جگہ آئے ہیں۔ خلق دھڑے سے تعلق رکھنے والے سید محمد گلاب زوئی کابل انتظامیہ کے دعوے کے مطابق زیر حراست ہیں ان پر جنرل تنی کی حمایت کا الزام ہے۔

صوبہ بلخ میں طیاروں کی بمباری سے ۱۵۰ افراد شہید و زخمی

مجاہدین کا محاصرہ توڑنے کیلئے فوجی کاروائی ناکام بنا دی گئی

۷ مئی۔ روسی سرحد سے ملنے والے شمالی افغان صوبے بلخ میں جہاں مجاہدین نے صوبائی ہیڈکوارٹر کا محاصرہ کر رکھا ہے گذشتہ ہفتے بمباری کے دوران ڈیڑھ سو افراد شہید اور زخمی بنائے گئے ہیں، اطلاعات کے مطابق بمباری سے قبل بکتر بند دستوں نے مجاہدین کا محاصرہ توڑنے کے لئے بڑے پیمانے پر حملہ کیا تھا جو ناکام بنا دیا گیا۔ کابل انتظامیہ کے دستے پسپا ہوتے وقت متعدد لاشیں چھوڑ گئے۔ جبکہ زخمی فوجیوں کو روسی علاقے ترمیز منتقل کر دیا گیا۔

کابل انتظامیہ کے طیاروں کی بمباری سے ۶۵ فوجی ہلاک

خوست میں چار فوجی اپنے کمانڈر کو ٹھکانے لگا کر مجاہدین سے آملے

۸ مئی۔ کابل انتظامیہ کے طیاروں نے یکم مئی کو صوبہ پکتیا کے علاقے خوست میں اپنے فوجی ٹھکانوں پر بمباری کر دی جس سے ۶۵ فوجی ہلاک اور سو سے زائد زخمی ہو گئے، صوبہ پکتیا میں مجاہدین کے کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی کے ترجمان مولانا محمد یعقوب شریعت یار نے اطلاع دی ہے کہ اس بمباری سے دو سر نغرہ اور باغ کے فوجی ٹھکانے شدید متاثر ہوئے جہاں جانی نقصان کے علاوہ متعدد تنصیبات نشانہ بن گئیں۔ ترجمان کے مطابق خوست چھاؤنی کی حفاظتی چوکی کے چار فوجی اپنے کمانڈر میرزا جان کو ٹھکانے لگا کر مجاہدین کے مرکز پہنچ گئے ان فوجیوں کی نشان دہی پر مجاہدین نے کمانڈر شیرین جان کی قیادت میں خوست چھاؤنی پر راکٹ برسا کر ایک ٹینک اور ایک توپ اڑا دی، مجاہدین کے ساتھ شامل ہونے والے فوجی اپنے ساتھ سات کلاشن کوف رائفلیں، ایک مشین گن اور ایک وائرلیس سیٹ لائے ہیں، ترجمان نے بتایا کہ زازی میدان کے علاقے میں مجاہدین کی نصب کردہ بارودی سرنگ پھٹنے سے ایک گاڑی تباہ اور عملہ ہلاک ہو گیا۔

جلال آباد کے محاذ پر شدید جنگ

گریژن ہیڈکوارٹر کو بچانے کے لئے اندھا دھند بمباری

۸ مئی۔ جلال آباد کے محاذ پر سرخ دیوار اور کامہ کے علاقوں میں شدید جنگ جاری ہے جب کہ سمال کی طرف خیوہ کے مقام پر خونریز جھڑپوں کی اطلاعات ملی ہیں، ایجنسی افغان پریس کے ذرائع کے مطابق بعض مقامات پر عقب نشینی کے باوجود مجاہدین جلال آباد گریژن پر دباؤ ڈالے ہوئے ہیں جسے بچانے کے لئے اندھا دھند بمباری کی جا رہی ہے۔

بغلان میں جنرل شاہنواز اور نجیب کے حامی دستوں میں خونریز جھڑپ

ایک بریگیڈیر سمیت متعدد فوجی ہلاک درجنوں زخمی ہوگئے

۱۱ رمئی۔ کابل کے شمال کی طرف صوبہ بغلان کے ہیڈ کوارٹر میں جنرل شاہ نواز تنی اور ڈاکٹر نجیب کے حامی دستوں میں خونریز جھڑپ کے دوران ایک بریگیڈیر غلام فاروق سمیت متعدد فوجی ہلاک اور درجنوں زخمی بتلائے گئے ہیں۔ ایجنسی افغان پریس کے ذرائع کے مطابق بغلان چھاؤنی میں کابل فوج کے بیسویں ڈویژن اور اٹھارویں بریگیڈ میں جنرل شاہ نواز تنی کے حامی دستوں نے ۵ رمئی کو متحارب فوجیوں پر حملہ کر دیا جس سے دونوں طرف بھاری جانی نقصان کے علاوہ تین بیرکیں اور دیگر تنصیبات تباہ ہوگئیں، لڑائی کے بعد جنرل شاہ نواز کے حامی بیشتر فوجی بھاگنے میں کامیاب ہوگئے ہلاک ہونے والے بریگیڈیر کا تعلق پرچم دھڑے سے تھا۔ ایک اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ مجاہدین کمانڈر بشیر خان کی قیادت میں بغلان چھاؤنی کے اطراف میں مورچہ بند ہیں جن کا محاصرہ توڑنے کے لئے ڈاکٹر نجیب کے حامی فوجیوں نے گولہ باری شروع کر رکھی ہے اس معرکے کی مزید تفصیلات نہیں مل سکیں۔

شاہراہ سالانگ پر مجاہدین کی کاروائیاں

ایک جیپ تباہ، تین فوجی ہلاک ہوگئے

۱۱ رمئی۔ شاہراہ سالانگ پر صوبہ پروان کے ہیڈ کوارٹر چاریکار کے نزدیک مجاہدین نے گزشتہ ہفتے گشتی دستے پر یلغار کی جس کے دوران ایک جیپ راکٹ کا نشانہ بن گئی۔ جیپ میں سوار تین فوجی موقع پر ہلاک اور دیگر زخمی ہوگئے، اطلاعات کے مطابق مجاہدین نے بگرام ہوائی اڈہ کی حفاظتی چوکیوں پر حملہ کیا جہاں نقصانات کا اندازہ نہیں ہوسکا۔

جنرل شاہنواز تنی اور نجیب کے حامی دستوں میں ایک اور جھڑپ

سرحد پار سے آنیوالے روسی طیاروں نے اندھادھند بمباری کر دی

۱۲ رمئی۔ بغلان چھاؤنی کے بعد شمالی افغان صوبے کندوز میں دریائے آمو کے کنارے سرحدی قصبے قلعہ ذال میں ۹ رمئی کو جنرل شاہ نواز تنی اور ڈاکٹر نجیب کے حامی دستوں میں جھڑپ کے نتیجے اٹھارہ فوجی ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے۔

ایجنسی افغان پریس کے ذرائع کے مطابق متحارب دستوں کے درمیان لڑائی میں دو ٹینک بھی تباہ ہوگئے ،معلوم ہوا ہے کہ اس واقعے سے قبل نجیب کے وفادار فوجیوں نے ۷ رمئی کو مجاہدین کے مراکز پر حملہ کرنے کے لئے پیش قدمی کی تاہم مجاہدین نے کمانڈر عبدالہادی اور تیمور شاہ کی قیادت میں آقچہ کے مقام حملہ آور دستوں کو روک دیا جہاں دن بھر کی مزاحمت کے بعد فوجی دستے پسپا

ہو گئے۔ اس معرکے کے دوران ہلاک ہونے والوں میں خاد کا ایک افسر عبداللہ خندان اور فوجی کمانڈر سفر کونک شامل ہیں جبکہ دس مجاہد شہید اور متعدد زخمی بتائے گئے ہیں۔ مجاہدین کی اطلاعات کے مطابق ناکام فوجی کاروائی کے بعد دریائے آمو کے پار روسی علاقے سے آنے والے روسی طیاروں نے بمباری کی جس کی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔

کابل کے نواح میں مجاہدین کے ٹھکانوں پر بمباری

۱۲ مئی۔ افغان دارالحکومت کابل کے نواحی علاقوں چکری اور خاک جبار میں نجیب انتظامیہ کے طیاروں نے مجاہدین کے ٹھکانوں پر بمباری کی جس سے دو مجاہد شدید زخمی ہو گئے۔ اطلاعات کے مطابق اس بمباری سے ہونے والے نقصان کا اندازہ نہیں ہو سکا۔

مقبوضہ کشمیر کے قائد حزب اختلاف سید علی شاہ گیلانی پر بھارتی فوجیوں کا تشدد، آنکھ ضائع ہونے کا خطرہ، کشمیری رہنما کو فوجی ہیلی کاپٹر میں جموں منتقل کر دیا گیا

۱۳ مئی۔ حال ہی میں توڑی جانے والی مقبوضہ کشمیر اسمبلی میں قائد حزب اختلاف اور مسلم متحدہ محاذ کے سربراہ ۵۹ سالہ سید علی شاہ گیلانی کو آٹھ روز پیشتر تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد سری نگر سے جموں منتقل کیا گیا ہے۔ جموں سے تحریک حریت کشمیر کے ذرائع نے بتایا ہے کہ جب سید علی شاہ گیلانی کو فوجی ہیلی کاپٹر سے اتارا گیا تو ان کی بائیں آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور ان کے جسم اور چہرے پر تشدد کے واضح آثار تھے، ہیلی کاپٹر سے گھسیٹ کر اتارنے کے بعد ایک ہندوستانی فوجی افسر نے سید علی گیلانی کو ایک بند گاڑی کی طرف دھکا دیتے ہوئے کہا "یہ کشمیر کو آزاد کرا کر اس کا وزیر اعظم بننا چاہتا ہے"۔ جسمانی تشدد کے شکار سید علی شاہ گیلانی زمین پر گر پڑے تو وہاں ایک سویلین مسلمان افسر انہیں سہارا دے کر اٹھایا۔ اطلاعات کے مطابق اس مسلمان افسر کو ہندوستانی فوجیوں نے اس "جرم" میں تفتیش کے لئے اپنی نگرانی میں لے لیا۔ سید علی گیلانی کو جموں جیل میں منتقل کرنے کی بجائے کسی نامعلوم مقام پر زیر حراست رکھا گیا ہے۔ تحریک حریت کشمیر کے ذرائع نے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا ہے کہ طبی سہولتیں نہ ملنے کے باعث سید علی شاہ گیلانی کی آنکھ ضائع ہو سکتی ہے۔

خوست میں فوجی رسد گرانے والا ٹرانسپورٹ طیارہ تباہ

تیس افغان فوجی مجاہدین سے آملے

۱۳ مئی۔ افغان صوبے پکتیا میں مجاہدین کے ترجمان مولانا محمد یعقوب شریعت یار نے اطلاع دی ہے کہ مجاہدین نے ۱۱ مئی کی رات ایک ٹرانسپورٹ طیارہ مار گرایا۔ جو فوجی رسد گرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ترجمان کے مطابق مجاہدین نے طیارے کے ملبے سے کارآمد اشیا محفوظ کر لیں۔ ترجمان نے بتایا کہ تیس افغان فوجی اپنی کلاشن کوف رائفلوں کے علاوہ دو ہلکی مشین گنیں لئے خوست چھاؤنی سے فرار ہو کر مجاہدین کے حضرت سلمان فارسی مرکز پہنچ گئے۔

صوبہ سمنگان میں مجاہدین کی چھاپہ مار کاروائی

ایک ٹینک، ایک بکتر بند گاڑی اور تین آئل ٹینکر تباہ کر دیئے گئے

راولپنڈی ۱۴ مئی۔ شمالی افغان صوبے سمنگان میں شاہراہ سالانگ پر صوبائی ہیڈ کوارٹر ایبک کے جنوب مشرق کی طرف رباطک کے مقام پر مجاہدین نے فوجی قافلے پر حملہ کر کے ایک ٹینک، ایک بکتر بند گاڑی اور تین آئل ٹینکر تباہ کر دیئے، اطلاعات کے مطابق ۹ مئی کے اس حملے میں تباہ شدہ ٹینک اور گاڑیوں کا عملہ ہلاک ہو گیا جب کہ مجاہدین جانی نقصان سے محفوظ رہے۔

صوبہ لوگر میں چھاپہ مار کاروائیاں

رسد اور گولہ بارود کا ذخیرہ تباہ، ٹینک ناکارہ بنا دیا گیا

۱۵ مئی (ایجنسی افغان) کابل کے جنوب کی طرف وادی لوگر میں مجاہدین نے دشت بابوس کے مقام پر گولہ باری کر کے دو پختہ مورچے تباہ کر دیئے۔ انہی مجاہدین نے شکار قلعہ میں فوجی تنصیبات پر حملے کئے۔ جہاں رسد اور گولہ بارود کا ذخیرہ نذر آتش ہو گیا۔
مجاہدین نے پچاس گاڑیوں پر مشتمل فوجی قافلے پر ۸ مئی کو حملہ کیا جس کا

ایک ٹینک اور چھ گاڑیاں تباہ ہوگئیں بعدازاں کابل فضائیہ نے مجاہدین کے مورچوں پر بمباری کردی۔ مجاہدین کی قیادت کمانڈر ابو بکر کر رہے تھے ادھر صوبہ پروان میں مجاہدین نے چاریکار کے نزدیک صوفیان کی چوکیوں پر حملہ کیا جہاں گیارہ کابل فوجی مارے گئے۔

جلال آباد میں شدید لڑائی

۱۶ رمئی ۔ مشرقی افغان صوبے ننگرہار میں جلال آباد کے محاذ پر مجاہدین اور کابل انتظامیہ کے دستوں میں مغرب کی سمت درونٹہ ڈیم کے علاقے میں جنگ جاری ہے ۔

اطلاعات کے مطابق مجاہدین نے اس علاقے میں چار حفاظتی چوکیوں پر قبضہ کر لیا ہے تاہم خیوہ پر قبضہ کرنے کے لئے بکتربند دستوں نے اپنی کاروائی ترک کردی ہے۔ جہاں مجاہدین نے زبردست مزاحمت جاری رکھی۔ جلال آباد کے شمال میں خیوہ کا علاقہ مجاہدین کے کنٹرول میں ہے ۔

صوبہ ہرات میں تین افغان فوجی مجاہدین سے آملے

دو ٹرکوں میں دس مشین گنیں اور بھاری اسلحہ منتقل کر دیا گیا

۱۷ رمئی ۔ مغربی افغان صوبے ہرات میں کابل انتظامیہ کے تین فوجی مجاہدین سے آملے ۔ اطلاعات کے مطابق حزب اسلامی کے کمانڈر محمد خان کے مرکز پہنچنے والے افغان فوجی دو ٹرکوں میں دس مشین گنیں تین سو کلاشن کوف رائفلیں اور بھاری گولہ بارود اپنے ساتھ لائے ہیں ۔ افغان فوجی ہرات کے سب ڈویژنل قصبے گل ران میں تعینات تھے

خوست میں رسد گرانے والا ایک اور طیارہ تباہ

۱۸ رمئی ۔ افغان صوبے پکتیا میں مجاہدین نے گزشتہ ہفتے کے دوران خوست کے محاذ پر ایک اور طیارہ مار گرایا جو محصور کابل دستوں کے لئے فوجی رسد گرا رہا تھا۔ پکتیا میں مجاہدین کی ملٹری کونسل کے ترجمان مولانا محمد یعقوب شریعت یار نے اطلاع دی ہے کہ چار انجنوں والا روسی ٹرانسپورٹ طیارہ میزائلوں سے نشانہ بنایا گیا، جو شدید دھماکوں کے ساتھ نیچے آگرا۔

حضرت سلمان فارسیؓ مرکز کے مجاہدین نے جنہوں نے طیارہ مار گرایا۔ طیارے کے ملبے سے ایک کارآمد مشین گن اور دیگر اسلحہ برآمد کر لیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ خوست ہوائی اڈے کے بند ہونے سے امدادی طیارے فضا سے محصور فوجی دستوں کے لئے رسد گراتے ہیں۔ مجاہدین نے اب تک رسد گرانے والے دو طیارے مار گرائے ہیں۔ ترجمان نے بتایا کہ رسد کی کمی کے باعث خوست چھاؤنی میں فوجی دستے مشکلات کا شکار ہیں، جس کے نتیجے میں حملوں کا سلسلہ رک گیا ہے ۔

صوبہ تخار میں پانچ سو۵۰۰ فوجی مجاہدین کے ساتھ شامل ہو گئے

خواجہ غار کا محاصرہ کرنے کیلئے حزب اسلامی کی حکمت عملی

۱۸ رمئی روسی سرحد پر واقع شمالی افغان صوبے تخار میں پانچ سو کابل فوجی اپنے کمانڈروں حیات اللہ خان اور عزیز اللہ خان سمیت مجاہدین کے مرکز پہنچ گئے۔ اطلاعات کے مطابق دریائے آمو کے نزدیک سرحدی چھاؤنی خواجہ غار میں تعینات تمام فوجی حزب اسلامی کے کمانڈر مولوی خردمند سے آملے جو اپنے ساتھ بھاری اسلحہ لائے ہیں ۔

افغان مجاہد عوام کی

ہماری اپنی ہے۔ حکومت اور ہم الگ الگ نہیں ہیں انکے دلوں سے ظاہر شاہ۔ داؤد اور کمیونسٹ انتظامیہ دَور کے خوف دُور ہوجائینگا کل پول کھُلتے ہوئے دونوں سے دنیا کو بھی یہ معلوم ہوجائے گا کہ اس حکومت کو افغان مجاہد عوام کی کس حد تک حمایت حاصل ہے؟ اس طرح ایک منتخب حکومت عالمی پلیٹ فارم پر بھرپور طور پر اور زیادہ اعتماد سے اپنا موقف پیش کرتی رہے گی۔ کیونکہ اب تو کمیونسٹ انتظامیہ بھی یہ دعویٰ کرتی ہے کہ افغان عوام کی حمایت اسی کو حاصل ہے۔

ایک دوسری اہم بات یہ ہے کہ افغانستان میں کمیونسٹ انتظامیہ کے خاتمہ پر ملک کی تعمیر نو کے لئے بالکل موجودہ دور کی طرح عوامی جدوجہد کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ افغانستان تو مکمل تباہ ہوگیا ہے اور ملک کی تعمیر نو عوام کی بھرپور شمولیت کے بغیر کسی بھی حکومت کے لئے ممکن نہیں ہے افغان مسلمان بہت غیرت مند اور خوددار ہیں۔ جب وہ اپنے ملک کی تباہی کو دیکھتے ہیں اور اپنے آپ کو بحیثیت مہاجرین دوسرے ممالک میں در بدر کیمپوں میں دیکھتے ہیں۔ تو ان کو اپنی اس مجبوری اور بے بسی کا شدت سے احساس ہو رہا ہے اور بہت دکھ اور گہرائی سے سوچتے ہیں کہ آخر ہماری اس تباہی اور مجبوری کے اسباب کیا ہیں؟

افغان بہادر اور خوددار عوام ملک کی آزادی کے بعد اپنی اس تباہی اور مجبوری کی تلافی کرنا چاہتے ہیں۔ افغان اپنے ملک افغانستان سے ہر لحاظ سے ایک مضبوط اور عظیم مملکت بنانے کے لئے بہت خواہشمند ہیں۔ ان کی دین اور وطن کی خاطر حال کی جدوجہد کو دیکھ کر پورے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ افغانستان کو ماضی کی وہ عظمت دلانے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ جو غزنوی اور ابدالی کے ادوار میں تھی لیکن یہ تب ہو سکتا ہے جب ان کو موجودہ وقت کی طرح آئندہ بھی ملک قوم کی خدمت کرنے کا بھرپور موقع مل جائے۔

بقیہ جہاد کشمیر

والے مکار ہندو جان لیں کہ ہم سب متفق ہیں۔

ہنوی سامراج کو ہم اعلان کرتے ہیں۔ کہ وہ کسی قسم کا حماقت نہ کرے۔ کشمیری جوانوں کا فیصلہ تسلیم کرے اور حقائق سے آنکھیں چرانے کی عادت ترک کردے۔ کشمیر کو شرافت سے آزادی دیں۔ آزادی تو ویسے بھی کشمیریوں کو انشاءاللہ ملنے والی ہے۔ اچھا ہوگا کہ ابھی سے مل جائے ورنہ بعد میں شاید یہ بھارتی کُتوں کے لئے ذلیل ترین اور شرمناک شکست بن جائے گا۔

مجموعی طور پر مجاہدین افغانستان کا عزم ہے۔ اٹل ارادہ ہے کہ غازیان کشمیر کو کسی بھی حالت میں تنہا نہیں چھوڑا جائے گا اور بھارتی کتوں کے وحشت و بربریت کو روکنے کے لئے کھل کر بھارتیوں کے ہاتھ روکنے کے لئے سامنے آجائیں گے۔ کیونکہ افغان مجاہدین اور اس کے قیادتوں کا مشترکہ فیصلہ ہے۔ کہ کشمیری ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔ پاکستان ہمارا دوسرا گھر ہے اور بھارت ہمارا کھلا دشمن ہے لہٰذا ہم اسلام اور پاکستان کی بقا کے لئے پوری جرأت ایمانی کے ساتھ کشمیر بھائیوں سے مل کر بھارتی سامراج سے ٹکر لیں گے اور اللہ نے چاہا تو اس کی فولادی سومناتی طلسم کو پاش پاش کر دیں گے۔

اسلام زندہ باد

بقیہ نام نہاد انقلاب

نقیں۔ حزب اسلامی سے تعلق رکھنے والے مجاہدین نے اس دوران شمالی افغانستان کے صوبہ بغلان میں کابل کو روس سے ملانے والی شاہراہ سالانگ بند کر دیا اور بغلان کے شہر قدیم، جدید، صنعتی فنجان، پل خمری اور قلعہ گئی میں کامیاب کاروائیاں کیں۔ جبکہ باقی علاقوں میں حزب اسلامی کے مجاہدین جنگ سے بددل اور نجیب کی مخالف فوجیوں کو ساتھ ملانے کی کوششوں میں مصروف رہے تاکہ کٹھ پتلی حکومت کو خود انہی کی فوجوں کے ذریعے کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے۔ افغان عبوری حکومت میں شامل چھ تنظیمیں بھی اس سال ہفت ثور کے موقع پر خاموش رہی اور یہاں اپنی حکومت کو مزید مضبوط کرنے کے لئے رابطوں میں مصروف رہی۔ حزب اسلامی اور چھ جماعتوں کی عبوری حکومت سے باہر کی چھوٹی چھوٹی تنظیمیں بھی اس تعطل کا شکار رہیں اور کیوں نہ ہوتیں جب بڑی گروپوں نے کچھ نہیں تو چھوٹے کیا کر سکتے ہیں

افغان امور کے ماہرین اور جہاد کی حامی قوتیں اس صورت حال کو افسوسناک قرار دے رہے ہیں اور مجاہدین کے باہمی اتحاد اور اشتراک عمل پر زور دے رہے ہیں۔ کہ متحد ہو کر دشمن کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ جہاد کے حامیوں کا خیال ہے کہ مجاہدین میں اشتراک عمل پیدا کرنے اور اختلافات کے خاتمے کے لئے ضروری ہے کہ متناسب نمائندگی کی بنیاد پر انتخابات کا انعقاد کیا جائے تاکہ افغان عوام کی مرضی سے ایک منتخب حکومت قائم

ہمارا نعرہ

- ہمارا ہدف اللہ تعالیٰ کی رضا۔
- اسلامی تعلیمات ہماری زندگی کی راہنما۔
- خدا کی تائید اور نصرت پر کامل بھروسہ ہمارا ایمان۔
- جہاد فی سبیل اللہ ہماری راہ۔
- اور حزب اسلامی افغانستان کے مومن مجاہدین کی تنظیم ہمارے جہاد کا محاذ۔

ہمارا نصب العین
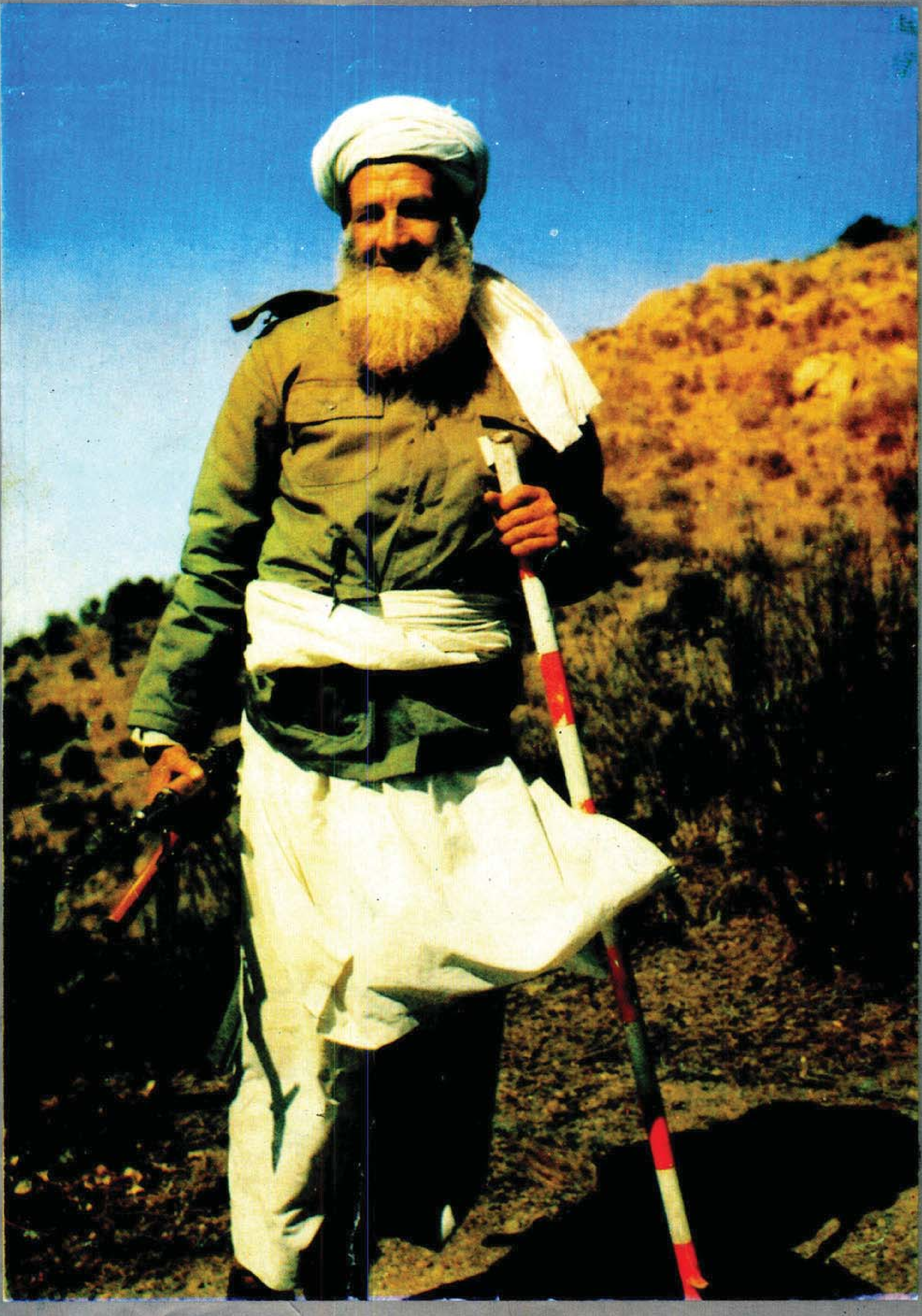
اگر ہم جہاد کر رہے ہیں یا روسی سامراج کی یلغار
اور ظلم کے واسطے ہجرت پر مجبور ہو کر پریشانی اور
غربت کی حالت میں اپنے وطن کو چھوڑنا پڑا ہے اور
ہر طرح کی مصیبتیں اٹھا رہے ہیں تو یہ سب عظیم نصب العین
کیلئے ہے اور وہ ہے افغانستان میں خلافتِ
اسلامی کا احیاء